سیرتِ بدرِ عالمؒ

رئیس المحدثین قطب العارفین

حضرت مولانا سیّد بدرِ عالم میرٹھی مہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ
صاحب فیض الباری، ترجمان السنہ و جواہر الحکم وغیرہ کی سوانح حیات

تالیف

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری غفرلہٗ

ناظم جامعہ عثمانیہ صدر بازار جام پور ضلع راجن پور

مؤلف تذکرہ اکابر علماء دیوبند، سیرتِ عثمانیؒ، مفتی اعظم پاکستان
خطیب الامت اور سیرتِ خلیل وغیرہ

ایچ۔ایم سعید کمپنی

ادب منزل۔ پاکستان چوک۔ کراچی

باہتمام حافظ محمد عاصم زکی سلمہٗ

مطبوعہ:۔ ایجوکیشنل پریس کراچی

سیرت بدر عالمؒ

رئیس المحدثین قطب العارفین

حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ

صاحب فیض الباری، ترجمان السنہ و جواہر الحکم وغیرہ کی سوانح حیات

تالیف

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری غفرلہٗ

ناظم جامعہ عثمانیہ صدر بازار جام پور ضلع راجن پور

مؤلف تذکرہ اکابر علماء دیوبند، سیرت عثمانی رح مفتی اعظم پاکستان

خطیب الامت اور سیرت خلیل وغیرہ

ناشرہ

ایچ۔ ایم سعید کمپنی

ادب منزل۔ پاکستان چوک۔ کراچی

باہتمام حافظ محمد عاصم زکی سلمہٗ

مطبوعہ: ایجوکیشنل پریس کراچی

سیرت بدر عالم رحمہ اللہ

رئیس المحدثین قطب العارفین

حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

صاحب فیض الباری، ترجمان السنہ و جواہر الحکم وغیرہ کی سوانح حیات

تالیف

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری غفرلہ

ناظم جامعہ عثمانیہ صدر بازار جام پور ضلع راجن پور

مؤلف تذکرہ اکابر علماء دیوبند، سیرت عثمانی رحمہ اللہ، مفتی اعظم پاکستان

خطیب الامت اور سیرت خلیل وغیرہ

ناشر

ایچ۔ ایم سعید کمپنی

ادب منزل۔ پاکستان چوک۔ کراچی

باہتمام حافظ محمد عاصم زکی سلمہ

مطبوعہ:۔ ایجوکیشنل پریس کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے ان تمام علماء

و اولیاء اللہ کے نام جنہوں نے محبت و عقیدت اور اخلاص کے ساتھ

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی اتباع کی ہے اور ایسے ان تمام علماء

و اولیاء اللہ کے نام جو اطراف عالم میں اب بھی موجود ہیں اور ان علماء

و فقہاء و محدثین کے نام جو اس کتاب کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

بندۂ ناچیز

محمد اکبر شاہ بخاری عفی عنہ

بدر عالم ... سورہ

فہرست عنوانات سیرت بدر عالم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

از مخدوم العلماء فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ العالی

صدر و مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

دارالعلوم دیوبند ایک عظیم اسلامی یونیورسٹی ہے جس کا اساسی کام تعلیم کتاب اللہ تدریس سنّتِ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تفقہ فی دین اللہ کی روشنی میں ایسے علماء، محدثین، مفسرین، مجاہدین، فقہاءِ اُمت، رجال کار پیدا کرنا تھا جو دل و دماغ کے اعتبار سے صحیح مسلمان اور قلب و فکر کی گہرائیوں سے نمونے کے مسلمان ہوں بحمداللہ دارالعلوم کی تعلیمات سے ملک میں متعدد طبقات، مختلف علوم و فنون کے مشاہیر اور علم کے پہاڑ پیدا ہوئے جو ملک و ملّت کے ہر حصے میں کام آئے اور ہر حلقے کیلئے مفید اور ہر محاذ پر کام کرنے کے اہل ثابت ہوئے۔

ملک و ملّت کا کوئی ایسا محاذ نہ ہوگا جہاں دیوبندی مکتب فکر کا عالم سینہ سپر نہ ہوگا۔ اور کوئی علمی و عملی میدان علمائے دیوبند سے خالی نہ ہوگا۔ جہادِ حریت، تفسیر قرآن، سنّت و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، توحید باری تعالیٰ، تحفظ ناموسِ رسالت مقام صحابہ کرامؓ اور خدمتِ دینِ حنیف غرضیکہ دیوبندی اکابر نے اپنی تحقیقات اور مزاج و حالات کے مطابق پوری دیانتداری سے ہر دینی تحریک کی جدوجہد میں حصہ لیا اور ملک و ملّت کی خدمات کا پورا حق ادا کیا، دارالعلوم دیوبند نے جن اعاظم رجال کار اور اساطین علم و عمل اور نفوس قدسیہ کو وجود بخشا، قرونِ متاخرہ میں اس کی مثال

شاذ ہے۔

بہت سی ایسی ہستیوں کے نام بے تکلف لئے جا سکتے ہیں، جس میں ہر ایک بذاتِ خود جامع علم، دائرۂ فضیلت، مجمع الفضائل اور اپنی ذات میں انجمن بلکہ امّت تھی، علوم و فنون کی ریاست و امامت انہیں زیبا تھی، ورع و تقویٰ نے ان سے زینت پائی تھی۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ العصر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا عزیز الرحمان عثمانیؒ، عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ، مجاہدِ اسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مبلغ اسلام مولانا محمد الیاس کاندہلویؒ، فقیہہ ملّت حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزارویؒ، متکلم وقت حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندہلویؒ، استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا اسعد اللہ سہارنپوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ اور محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ اور محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نور اللہ مراقدہم کس کس کا نام لیا جائے اور کس کس کو چھوڑا جائے، ہر فرد ممتاز اور اپنے رنگ میں یگانہ ہے۔ یہ حضرات علوم کتاب و سنت اور علوم ظاہر و باطن کے جامع اور عارفین اور اصحابِ قلوب کی وراثت کے امین تھے، انہوں نے پہاڑ سے زیادہ راسخ عزائم کے ساتھ زہد انکسار و تواضع، شہرت سے نفرت اور اتباعِ سنّت ایسے بلند پایہ اخلاق و شمائل کو اس حد تک جمع کر لیا تھا کہ اخلاق عالیہ میں یہ حضرات اپنے دور میں ضرب المثل تھے۔

زیر نظر رسالہ حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و سوانح پر مشتمل ہے جسے عزیز مکرم جناب حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری سلمہ نے مرتب کیا ہے جو اکابر دیوبند سے ایک خاص تعلق اور عشق رکھتے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ حق تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرماویں اور صاحب سوانح کے متعلقین کے لئے اسے نافع و مفید فرماویں۔ آمین۔

جمیل احمد تھانوی

جامعہ اشرفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

تقریظ

(مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا)

از حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہ العالی

اسلام کے قرنِ اوّل اور زمانہ سلف صالحین سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ علماء دین اور اکابرین سلف کے سوانح اور تذکروں کو شائع کیا جارہا ہے، بہت سے علماء وصلحاء اور اولیاء کرام کے حالات وواقعات لکھے گئے اور لکھے جارہے ہیں۔ اور حضرات مشائخ کرام اپنے مستفیدین اور طالبین راہ سلوک کو ہمیشہ سے ایسے تذکروں اور سوانح کے پڑھنے اور سننے کی تاکید فرماتے رہے ہیں، نیکوں اور بزرگوں کے حالات اور سیرت وکردار کے مطالعہ میں اصلاح احوال واخلاق اور عزم واستقلال کی پختگی اور ثبات قلوب کی خاصیت رکھی گئی ہے اور قرآن کریم میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصص وحالات کے بیان کرنے کی یہی حکمت بیان فرمائی گئی ہے۔

اسی معمول سلف کے مطابق ہمارے عزیز حافظ محمد اکبر شاہ بخاری سلمہٗ نے اکابر علماء دیوبند کے حالات وکمالات اور سیرت وسوانح لکھنے کا معمول اپنایا ہوا ہے اور یہ آں عزیز کا خاص موضوع اور محبوب مشغلہ ہے، آں موصوف کو اللہ تعالیٰ نے سیرت نگاری اور سوانح حیات کے لکھنے کا خصوصی ذوق اور ملکہ عطا فرمایا ہے۔ اپنے اکابر کے ساتھ حد درجہ عشق ومحبت اور خصوصی تعلق کی بناء پر وہ اس سلسلے میں ہر طرح کی محنت اور مشقت اور عرق ریزی کو خوشی خوشی برداشت کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

عزیز موصوف کی اس سلسلہ سوانح کی ایک کڑی اور آں موصوف کی محنت کا ثمرہ حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سابق استاد دارالعلوم دیوبند کے سوانح حیات پر مشتمل "سیرت بدر عالم" آپ کے سامنے ہے اسکی قدر کیجئے اسکو پڑھیئے اور فائدہ حاصل کیجئے، اللہ تعالیٰ عزیز موصوف سلمہٗ کو اسکی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین، فقط

احقر سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ
مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

نعت شریف

از حضرت مولانا سیّد محمد بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ہر جلوہ پر ضیاء رخِ انور کا نور ہے
شانیں ہیں کیا بلند یہ شانِ حضورؐ ہے

جو جلوہ ہے وہ رشکِ تماشائے طور ہے
واللہ کیا بلند یہ شانِ حضورؐ ہے

مکّہ کے تاجدار مدینہ کے حکمران
عالم کے رہنما ہیں یہ شانِ حضورؐ ہے

بے چین دل کا چین ہیں آنکھوں کا نور ہیں
منزل ہیں عاشقوں کی یہ شانِ حضورؐ ہے

عفو و کرم کا ابر ہیں بخشش کی ہیں گھٹا
بارش ہیں رحمتوں کی یہ شانِ حضورؐ ہے

بحرِ سخا ہیں اور سمندر ہیں جود کا
لطف و کرم کی موج یہ شانِ حضورؐ ہے

شافع ہیں روزِ حشر کے سب کے پیشوا
محبوبِ کبریا ہیں یہ شانِ حضورؐ ہے

مرکز ہیں دائرہ کے یکتائے روزگار
بے مثل و بے نظیر یہ شانِ حضورؐ ہے

مخزن ہیں حکمتوں کے ہدایت کے آفتاب
خاتم ہیں انبیاء کے یہ شانِ حضورؐ ہے

ضرب المثل ہیں حلم میں کوہِ وقار ہیں
انسانیت کے تاج یہ شانِ حضورؐ ہے

وعدہ کے کیسے پکے، صدوق و امین بھی
اخلاق کیا شگفتہ یہ شانِ حضورؐ ہے

بارعب بھی کمال کے اس پر وہ مہربان
سب میں گھلے ملے ہیں یہ شانِ حضورؐ ہے

حُسن و ادائے غضب کے تو مجھ سے کچھ نہ پوچھ
شمس و قمر ہیں ماند یہ شانِ حضورؐ ہے

خود ناز ہیں ہیں اس پر جفائیں جہان کی — کس شوق سے اٹھائیں یہ شانِ حضورؐ ہے

سب پر حریص اور رؤف و رحیم ہیں — سب ہیں عزیز تر ہیں یہ شانِ حضورؐ ہے

حاصل ہے زندگی کا اک ان کا وجودِ پاک — جیسے ثمر شجر کا یہ شانِ حضورؐ ہے

منشا ہیں خلق و امر کا مبدا ہیں منتہیٰ — منبع وجود کا ہیں یہ شانِ حضورؐ ہے

قرآن نے خود ہی آپ کو پیارا لقب دیا — سب نے کہا کہ خوب یہ شانِ حضورؐ ہے

ساقی ہیں صرف آپ ہی کوثر کے روزِ حشر — سب کو بلا بلا کے یہ شانِ حضورؐ ہے

کیا کیا لکھوں صفات کو ہر شان ہے نئی — لکھ لکھ کے تھک رہا ہوں یہ شانِ حضورؐ ہے

مجھ سے سیاہ رو کی جو بخشش بھی ہو گئی — یہ شانِ مغفرت ہے یہ شانِ حضورؐ ہے

میں نعت کیا کہوں گا کہ عاصی ہوں شرمسار — جو کچھ بھی کہہ گیا ہوں یہ شانِ حضورؐ ہے

ہر چند خستہ حال ہوں درماندہ اور تباہ — اس پر بھی مطمئن ہوں یہ شانِ حضورؐ ہے

جز ناز ان کے در کا میرے پاس کچھ نہیں — اک آسرا یہی ہے یہ شانِ حضورؐ ہے

مہمانِ بے نوا کو معزز بنا لیا — خدمت میں اپنی رکھ کے یہ شانِ حضورؐ ہے

نسبت ہے ایک شیخ سے جن کے طفیل میں
مجھ کو بسا لیا ہے، یہ شانِ حضورؐ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

سیرت و سوانح

مولانا سیّد بدرِ عالم مہاجر مدنی نور اللّٰہ مرقدہٗ

حرفِ آغاز دار العلوم دیوبند برِصغیر کی وہ عظیم علمی و دینی درسگاہ ہے جس نے وہ عظیم المرتبت اور عالمِ اسلام کی مایہ ناز شخصیتیں پیدا کی ہیں جنہوں نے ملت کی فکری اور عملی رہنمائی کر کے مسلمانوں کی تاریخ پر گہرے اور دور رس اثرات مرتب کیے ہیں، یہ اس مدرسۂ فکر کی جامعیت اور نیابت محمدیہ کی برکت ہے کہ علوم نبوت کی جو تعلیم و تدریس، اشاعت و دعوت اور اس کے مطابق تربیت اور تزکیۂ ظاہر و باطن اس طبقہ کے حضرات سے ہوا۔ اس کی مثال قرون متاخرہ میں شاذ ہی ملے گی۔ اس عظیم درس گاہ کا فیض یافتہ ہر شخص ایک دُرِّ ثمین اور گوہر نایاب ثابت ہوا جو اپنے علم و فضل اور تقویٰ و طہارت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا

انہی مقدس اور عظیم ہستیوں میں رئیس المحدثین قطب العارفین بدر العلماء حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی تھی۔ آپ کا شمار بھی انہی جامع الکمالات شخصیتوں میں ہوتا ہے جن پر دار العلوم دیوبند بجا طور پر فخر کر سکتا ہے، آپ نہ صرف اپنے دور کے جیّد ترین عالم اور محدّث تھے بلکہ شیخِ وقت اور عارفِ کامل تھے، ایک عظیم محقق اور مدبر و منتظم تھے، علم و وقار کا مجسمہ اور خدا ترسی و للّٰہیت کا بہترین نمونہ تھے، اپنے علمی و عملی کمالات اور جامعیت کے اعتبار سے قدماء سلف

کی یادگار تھے، ایسی عظیم اور مقدس ہستی کے بارے میں میرے جیسے تہی دامن کا کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے لیکن حضرت مولانا قدس سرّہ سے قلبی تعلق اور عشق سے سرشار یہ ایک مختصر تذکرہ مرتب کیا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور قارئین کے لئے اسے مشعل راہ اور مفید بنائیں۔ آمین

خاندانی حالات آپ کا اصلی وطن میرٹھ تھا اور آپ ایک معزز شریف اور سید گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، آپ کے والد ماجد حضرت حاجی سید تہور علی شاہ صاحب نہایت شریف، دیندار اور عظیم بزرگ تھے، وہ محکمہ پولیس میں انسپکٹر تھے صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار اور عارف کامل تھے، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رح سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے، جناب مولانا سید آفتاب احمد صاحب مدنی مدظلہ، صاحبزادہ مولانا بدرِ عالم صاحب اپنے دادا مرحوم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"میرے دادا صاحب مرحوم ومغفور پولیس آفیسر تھے، بہت ہی صادق القول والوعد تھے، ان کی عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ ستّر سال کی عمر سے سفر و حضر میں کبھی تہجد کا ناغہ نہیں ہوا۔ چشتیہ سلسلہ میں داخل تھے آخر عمر میں تلاوتِ قرآن اور دیگر وظائف کے علاوہ ذکر اللہ اسّی اسّی ہزار مرتبہ یومیہ کیا کرتے تھے، سات حج کئے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ جو اس ملازمت کے لحاظ سے محیر العقل معلوم ہوتا ہے۔

وفات کے وقت حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ہم نے تم لوگوں کے لئے روپیہ نہیں چھوڑا لیکن تمہارے جسم میں حرام کا ایک پیسہ نہیں لگایا ہے"۔ تمام عمر کبھی ایک پیسہ رشوت کا نہیں لیا۔ اور ان صفات والے انسان سے اس قسم کی مذموم حرکت کب سرزد ہو سکتی تھی، اسی سے آپ ان کی دیانت و امانت

کا اندازہ لگالیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات میں جگہ دے۔ آمین

ولادت باسعادت | حضرت مولانا سید آفتاب احمد مدنی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت اقدس قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کاتب ازل نے شہر بدایون کے حصہ میں لکھی تھی اس لئے یہ مجسم سعادت وعلم وحکم کا سرچشمہ ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں ظہور پذیر ہوا۔ میرے دادا صاحب مرحوم ومغفور اس وقت بدایون میں تعینات تھے۔ حضرت والد ماجد کی سعادت وقبولیت کے آثار ولادت سے قبل ہی رونما ہونے شروع ہو گئے تھے، ولادت کے وقت لیڈی ڈاکٹر انگریز موجود تھی لیکن ولادت میں تاخیر ہو رہی تھی، اس نے بہت سعی کی لیکن سب میں ناکام رہی، آخر کار اس نے کہا کہ اب تو آپریشن کرنا ہوگا جس میں بچہ کا مرجانا بھی ممکن ہے۔ آخر کار دادا صاحب مرحوم کو اجازت دینی پڑی، اُس نے آپریشن کی تیاری شروع کر دی، اسی اثناء میں ایک مسلمان سعید دائی آ بیٹھی۔ بس کیا تھا فوراً ولادت ہو گئی۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ انگریز کافر کے ہاتھ میں ایسا جسم مبارک جو اتنی صفات کا مالک ہونے والا تھا دے دیا جائے، چنانچہ ان کا ایک مسلمان عورت کے ہاتھوں اس دنیا میں آنا مقدر ہوا۔ جو ایک کھلی کرامت ہے۔" (ترجمان السنہ جلد ۴)

حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی مدظلہ فرماتے ہیں:-

"حضرت مولانا سید بدر عالم صاحبؒ کا وطن میرٹھ تھا اور آپ ایک نہایت شریف نیک سید گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔ ۱۳۱۶ھ کو شہر بدایون ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے، جہاں آپ کے والد ماجد حاجی تہور علی صاحب محکمہ پولیس میں

انسپکٹر تھے، وہ بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے، ملازمت کے باوجود بھی ذکر اللہ اور دینی مشاغل میں اپنا اکثر وقت صرف فرمایا کرتے تھے، حضرت مولانا بدر عالم صاحب انہی کے فرزند سعید تھے اور بچپن ہی سے بڑے عاقل و متین ثابت ہوئے تھے۔

(مکتوب بنام راقم بخاری)

تعلیم و تربیت حضرت مولانا سید آفتاب احمد مدنی فرماتے ہیں کہ:

"حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی بہت نفیس اور نازک مزاج تھے، حسب دستور قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی اور پھر انگریزی تعلیم کے لئے اسکول میں داخل ہوئے تقریباً میٹرک تک پڑھا تھا کہ تقدیر نے اپنا رخ بدلا اور اللہ تعالیٰ نے دنیوی تعلیم سے نکال کر اپنے اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو دین اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اسی دین کی اشاعت کیلئے اس پاک روح کو منتخب فرمایا چنانچہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کی نماز کیلئے الہ آباد (صوبہ یوپی) کی ایک مسجد میں تشریف لے گئے، وہاں حکیم الامت، مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ تھا اس کو سن کر ایک گیارہ سالہ بچے نے توفیق ایزدی سے فیصلہ کر لیا کہ انگریزی تعلیم کو ترک کر دیا جائے۔"

علم دین کی طرف رجحان صاحبزادہ صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:-

"والد صاحبؒ جب نماز جمعہ پڑھکر گھر واپس آئے تو دادا صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ میں تو دینی تعلیم حاصل کروں گا، دادا صاحب مرحوم کو یہ خیال ہوا کہ یہ وہی بچوں کی طرح بد شوقی ہے چنانچہ انہوں نے کافی سختی اور تادیب سے کام لیا پھر صبح کو دریافت فرمایا اب تمہاری کیا رائے ہے جواب یہ تھا کہ "جی عربی پڑھوں گا"۔ وہ ارادہ کیسے تبدیل ہوسکتا تھا جو پختہ عزم کی شکل میں چٹان کی طرح تھا، تمام سختیوں کے باوجود ٹس سے مس نہ ہوئے۔ یہ حالت دیکھکر

دادا صاحبؒ سمجھ گئے کہ یہ تو واقعی کچھ رازِ الٰہیہ ہے چنانچہ انہوں نے فوراً محدثِ عصر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا جس میں پورا واقعہ من وعن تحریر فرمایا، حضرت سہارنپوریؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ اس سعادت عظیم کے حصول میں کیوں حائل ہوتے ہیں بلکہ آپ کو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے، اور ہزاروں خوشی ومسرت کے ساتھ اس کی اجازت دینی چاہیئے۔ (ترجمان السنہ جلد ۴)

مدرسہ مظاہر العلوم سے فراغت صاحبزادہ صاحب آگے فرماتے ہیں!

"یہ مجسم سعادت وعلم وحکم گیارہ سال کی عمر میں اپنے شفیق والدین سے جدا ہوکر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور پہنچ گئے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر تربیت وشفقت انہی کی مسجد کے حجرے میں قیام پذیر ہوئے اور تعلیم کی تکمیل فرمائی جس میں آٹھ سال صرف ہوئے اور انیس ۱۹ سال کی عمر میں اردو، فارسی اور عربی تعلیم حاصل کر کے سند الفراغ حاصل کی،

(ترجمان السنہ جلد ۴)

اسی ضمن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ:

"آپ خاندانی دستور کے مطابق قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر کے اسکول میں داخل ہوئے، اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ انہی ایام میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ الہ آباد تشریف لائے اور بعد نماز جمعہ ایک مسجد میں وعظ فرمایا۔ آپ بھی شریک جلسہ تھے، تقریر سن کر فیصلہ فرمالیا کہ اب انگریزی نہیں بلکہ دینی تعلیم حاصل کریں گے۔" والد صاحبؒ سے بھی اپنا رجحان بیان کر دیا جس پر سختی سے کام لیا گیا مگر آپ انگریزی تعلیم کے لئے کسی طرح بھی راضی نہ ہوئے، اور گیارہ سال کی

عمر میں والدین سے جدا ہو کر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں تشریف لے آئے اور ان کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا، صغریٰ کبریٰ، فصول اکبری، مرقات نفحۃ الیمن دراتیۃ الادب، مفید الطالبین کافیہ وغیرہ، اس کے بعد تمام درس نظامی کی تکمیل مظاہر العلوم میں رہ کر ہوئی، آپ مظاہر العلوم میں سنہ ۱۳۳۰ھ مطابق سنہ ۱۹۱۲ء کو داخل ہوئے اور سنہ ۱۳۳۶ھ مطابق سنہ ۱۹۱۸ء کو فراغت حاصل کی، درس نظامی کی کتب حضرت مولانا وکیل احمد صاحب سہارنپوریؒ، حضرت مولانا عبدالوحید سنبھلیؒ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی سے پڑھیں دورۂ حدیث شریف حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ اور دستار فضیلت حاصل کی"

(تاریخ مظاہر العلوم سہارنپور)

دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث اگرچہ آپ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے سندِ فراغ حاصل کرلی مگر آپ نے دیکھا دار العلوم دیوبند ملک بلکہ عالم اسلام کے جہانگیرئہ فن کا مرکز بنا ہوا ہے، وہاں کے اُفق پر پیغمبرانہ علوم کے ماہ و نجوم کا جھرمٹ ہے، آپ نے ان درخشندہ ماہ و نجوم سے کسب نور کا ارادہ کیا اور مظاہر العلوم میں دو سال مدرس رہنے کے بعد مرکز علوم اسلامیہ دار العلوم دیوبند چلے گئے اور وہاں دوبارہ دورۂ حدیث پڑھا اور امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ اور عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی جیسے مایۂ ناز اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور سنہ ۱۳۳۹ھ میں دار العلوم دیوبند سے بھی دورۂ حدیث پڑھکر سندِ فراغ حاصل کی۔

محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ!۔

ابتدائی دورِ طالب علمی میں آپ مظاہر العلوم سہارنپور کے برکات سے بہرہ اندوز ہوئے اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے ارشد خلفاء میں عارف باللہ محدّثِ اعظم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرکزِ توجہات والطاف رہے اور ان کے آغوشِ تربیت میں رہنا نصیب ہوا۔ اس کے بعد امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کے آغوشِ شفقت میں دارالعلوم دیوبند پہنچے، جہاں ان کے فیض اور انوار علوم اور معارف سے مستفیض ہوئے، ان بزرگوں کے علاوہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی اور سید العلماء حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی جیسے اکابر علماء اور مشائخ کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور اس طرح آپ کو علمی اور عرفانی سرچشموں سے کما حقہٗ سیرابی کا موقع نصیب ہوا۔ اور اپنے عہد کے ممتاز ترین اکابر و مشائخ کے فیض سے پورے طور پر مستفیض اور اُن کی ظاہری و باطنی برکات کی سعادت سے ہمکنار ہوئے۔"

(ماہنامہ بیّنات کراچی۔ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ)

مظاہر العلوم اور دارالعلوم میں درس و تدریس

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے ۱۳۳۷ھ میں فارغ ہونے کے بعد ہی ۱۳۳۷ھ میں آپ مظاہر العلوم ہی میں مدرس مقرر کر دیئے گئے۔ مگر جلد ہی آپ مدرسی چھوڑ کر مکرر دورۂ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں ۱۳۳۹ھ میں دورۂ حدیث میں شریک ہوئے پھر ۱۳۴۰ھ میں اپنے اساتذہ ہی کے حکم پر آپ نے دارالعلوم دیوبند میں درس و تدریس کا آغاز کیا اور آپ کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا، کہ جن عظیم اساتذہ کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا تھا وہی آپ کو تدریس کی دعوت دیں قدرت نے یہ شرف بخشا کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رح، امام العصر علّامہ

محمد انور شاہ کشمیریؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ جیسے جلیل القدر علماء و اساتذہ کے پہلو بہ پہلو مسندِ درس پر فائز ہوں۔

اس سلسلے میں مفتی اعظم پاکستان حضرتِ اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ:۔

"دار العلوم دیوبند کے اس دور کا نقشہ آنکھوں میں اب تک پھر رہا ہے جب کہ ۱۳۳۷ھ میں ہم چند نوعمروں کو بیک وقت دار العلوم دیوبند میں خدمت درس و تدریس سپرد کی گئی ان میں حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھیؒ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے فارغ ہو کر دوبارہ دورہ حدیث کیلئے حضرت استاذ مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ صدر مدرس دار العلوم دیوبند کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس طرح مکرر دورۂ حدیث سے فارغ ہو کر تدریس پر مامور ہوئے دوسرے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کہ فراغت کے بعد دار العلوم ہی میں درس و تدریس کی خدمت پر مامور کئے گئے اسی طرح احقر کو بھی مستقلاً درس و تدریس کی خدمت پر مامور کیا گیا۔ ہم تینوں اس وقت کے نوعمر بچے تھے جنکو اکابر اساتذہ ہی کی خدمت میں رہ کر تعلیمی خدمات انجام دینے کا موقع حق تعالیٰ نے عطا فرمایا"۔

اس وقت دار العلوم دیوبند ائمہ فن، علما اور اولیاء کا ایک بے مثال گہوارہ تھا، ایک طرف نمونۂ سلف قدوۃ المشائخ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کا حلقۂ درس، حافظ ابن حجر اور شیخ الاسلام نوویؒ کے حلقۂ درس کی مثال تھا، تو دوسری طرف شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا درس امام غزالی اور امام رازی کی یاد تازہ کرتا تھا۔ ایک طرف شیخ المشائخ مفتی اعظم ہند

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی کا حلقۂ فتویٰ و درس حدیث و تفسیر اور اس کے ساتھ حلقۂ اصلاح و ارشاد اور سالکان طریقت کی تربیت کا بے نظیر سلسلہ جاری تھا تو دوسری طرف یادگار سلف عالم ربانی حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ کا درس حدیث و فقہ اور نہایت مفید و اہم کتب کی تالیف و تصنیف کا سلسلہ تھا اسی کے ساتھ عام اصلاح خلق کے لئے ارشاد و تربیت کا ایک بڑا حلقہ تھا جس سے ہزارہا بندگان خدا کی اصلاح ہوتی تھی اور ان میں دینی انقلاب نمایاں نظر آتا تھا۔

شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ اور شیخ المعقول و المنقول حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی اور حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزارویؒ اس زمانے کے متوسط مدرسین میں شمار ہوتے تھے، رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضٰی حسن صاحب اس وقت کے ناظم تعلیمات تھے، حجۃ الاسلام بانیٔ دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ دارالعلوم کے مہتمم اعلیٰ تھے اور اس کے ساتھ ہمیشہ سبق پڑھانے کا معمول تھا۔ ہدایہ اولین کا ابتدائی حصہ احقر نے انہی سے پڑھا تھا۔ نائب مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی صاحبؒ تھے، جن کے عربی قصائد اور عظیم الشان تصنیف "دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا" ہر طبقہ کے علماء میں قبولِ عام حاصل کر چکے ہیں۔

غرض جس طرف دیکھو یہ بزرگان سلف کے نمونے، پیکر علم و عمل ستاروں کی طرح درخشاں نظر آتے تھے، جن کے چہرے دیکھ کر خدا یاد آتا تھا، ان کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ ؎

ایک محفل تھی فرشتوں کی جو برخاست ہوئی

کسی شخص پر ان حضرات کی توجہ اور نظرِ عنایت ہو جانا بلا شبہ حق تعالیٰ کی رحمت کا ایک مظہر ہوتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس کے فضل سے ان سب بزرگوں کی نظرِ انتخاب نے ہم تینوں نوعمروں کو ان اکابر کی خدمت سے استفادہ کے مواقع فراہم فرمائے۔

(ماہنامہ البلاغ کراچی)

سلوک و تصوّف بیعت و خلافت | صاحب زادہ مولانا سیّد آفتاب احمد مدنی مدظلہٗ فرماتے ہیں:-

حضرتِ والد ماجدؒ علم و تصوف میں بھی کامل و اکمل تھے اور اس کے حصول کی ابتدا خانقاہ قدوۃ السالکین، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا اگر ذکر چھڑ گیا تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا، ان کے نام نامی سے تو ہر شخص واقف ہے اور ان کے کمالات و صفات سے دنیا آشنا ہے، الحمد للہ جب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر شروع فرمایا تو شروع ہی سے حالات بہت رفیعہ تھے، رکوع و سجود کی تسبیحات کا فیضان علیحدہ علیحدہ محسوس فرماتے تھے، اس کی صحت کی تصدیق حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمائی، اس میدان کو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی پورا طے نہ فرمایا تھا کہ حضرت مفتی صاحب نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور رخصت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات میں جگہ مرحمت فرمائے۔ آمین۔ پھر انہی کے خلیفۂ اعظم حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت والد صاحب نے تجدید بیعت فرمائی۔ انہوں نے نہایت شفقت و مہربانی

سے اس طرح تربیت فرمائی کہ اولاد سے بھی زیادہ ۔ آپ ان کی محبت وشفقت کا اندازہ اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجے کا اندازہ بھی ان کے اس فرمانِ مبارک سے لگالیں ، فرمایا کہ :

"اگر خدائے تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے دریافت کرے گا کہ کیا لائے ہو تو میں بدر عالم سلمہ کو پیش کروں گا۔"

اور اسی پر بس نہیں بلکہ حضرت والد صاحبؒ کو خلافتِ خاصہ سے بھی سرفراز فرمایا۔ حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس درجے کے بزرگ تھے اس کا تحریر میں لانا دشوار ہے اور ایسے باکمال اور صاحب تصرف بزرگ تھے کہ میری نظر نے آج تک ایسا بزرگ نہیں دیکھا ان کا ہر عمل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سنت پر تلا ہوا ہے اور ان کی مجلس میں بے کار باتوں کی گنجائش ہی نہ تھی ایسے با اخلاق اور مجسم محبت ومروت تھے کہ انسان ایک مرتبہ ملاقات کرکے فریفتہ ہو جاتا تھا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ اور درجات عالیہ مرحمت فرمائے۔"

(ترجمان السنۃ)

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں :

"حضرت مولانا سید بدر عالم صاحبؒ ایک ذکی عالم تھے اور صاحبِ فراست بزرگ تھے ۔ ابتدائی دورِ طالب علمی میں مظاہر العلوم سہارنپور کے برکات سے بہرہ اندوز ہوئے اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ متوفی ۱۳۲۳ھ کے ارشد خلفاء عارف باللہ فقیہہ ومحدث اور صوفئ با صفا حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مدنی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۶ھ کے مرکز توجہات و الطاف رہے اور ان کے آغوشِ شفقت میں تربیت نصیب ہوئی ۔ درمیانی عمر میں آیت من آیات العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندیؒ متوفی

۱۳۵۲ھ کے آغوشِ تربیت میں پہنچے، دیوبند میں ان کے فیض اور انوارِ علوم و معارف سے مستفیض ہوئے اور حضرت عارف باللہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی قدس سرہ نقشبندی المتوفی ۱۳۴۷ھ سے شرفِ بیعت کی سعادت نصیب ہوئی، عرصۂ دراز تک ان کے نفوسِ قدسیہ اور صحبتِ مقدسہ کی برکات سے مالا مال ہوتے رہے، انتہائی استقامت و استقلال کے ساتھ اذکار و اشغالِ نقشبندیہ کی مداومت نصیب ہوئی۔ بالآخر حضرت مفتی صاحبؒ کے خلیفۂ ارشد حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحبؒ میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۴ھ نے خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

الغرض اس طرح علمی و عرفانی سرچشموں سے کما حقہٗ سیرابی کا موقعہ نصیب ہوا اور اپنے عہد کے ممتاز ترین اکابر کے فیوض سے پورے طور پر فیضیاب اور انکی ظاہری و باطنی برکات کی سعادت سے ہمکنار ہوئے پھر خود بھی ایک شیخ کامل اور عارف کامل ثابت ہوئے۔"

(ماہنامہ بیّنات کراچی)

اہلِ باطل کے خلاف تحریری و تقریری جہاد

اس سلسلے میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

حضرات اکابر دیوبند نے ہم تینوں میں درس و تدریس کی خدمات کے ساتھ مسائل کی تحقیق اور علمی بحث و مباحثہ اور تصنیف و تالیف کا بھی ذوق پیدا کیا۔ خصوصاً ۱۳۴۴ھ میں قادیانی فتنہ نے سر اٹھایا۔ اور ان لوگوں کو یہ جرأت ہونے لگی کہ علماء کو مناظرہ اور مقابلہ کی دعوت دینے لگے، اس نے سنّی علماء کو اس فتنہ کی روک تھام کی طرف متوجہ کیا، خصوصاً حضرت الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ کے قلب مبارک میں اس کا اہتمام اس شان سے پیدا ہوا کہ جیسے کوئی

ما مور من اللہ کسی خاص خدمت پر ما مور رہوتا ہے، اس وقت درس و تدریس کے بعد حضرت استاذ علیہ الرحمۃ کے تمام اوقات اسی فتنے کے انسداد پر خرچ ہونے لگے، حضرت نے ہم تینوں نو عمر مدرسوں کو اس کام پر لگایا کہ عقائد اسلامیہ کے خلاف تمام مسائل میں قادیانی دجل و فریب کا پردہ چاک کیا جائے، مسئلہ ختم نبوت پر لکھنے کیلئے احقر کو ما مور فرمایا۔ اور نزول مسیح علیہ السلام وغیرہ کے مسائل کا کام مولانا سید بدر عالم میرٹھی اور مولانا محمد ادریس کاندہلوی کے سپرد فرمایا سب سے پہلے ہم تینوں میں وجہ ربط و ارتباط یہ سلسلہ بنا۔

احقر نے حضرت استاذ کشمیری کی ہدایات کے مطابق پہلے عربی زبان میں مسئلہ ختم نبوت کی تحقیق پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام حضرت استاذ نے "ہدیۃ المہدیین فی آیۃ خاتم النّبیین" رکھا۔ اس کو عربی زبان میں لکھوانے کا مقصد یہ تھا کہ عرب و بغداد وغیرہ عرب ممالک سے ایسی خبریں آتی تھیں کہ وہاں بھی ان لوگوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے اس طرح کی تلبیس پھیلائی۔ پھر مزید تفصیل کے ساتھ مسئلہ ختم نبوت کو اردو زبان میں تین حصوں میں لکھا۔ مولانا بدر عالم نے "الکلام الفصیح فی نزول المسیح" کے نام سے ایک قابلِ قدر تصنیف فرمائی۔ مولانا محمد ادریس کاندہلوی صاحب رحمہ نے کلمۃ اللہ فی حیاۃ روح اللہ کے نام سے اس موضوع پر بہترین کتاب لکھی، یہ سب کتابیں اس زمانے میں چھپ کر شائع ہوئیں۔

اسی زمانے میں اکابر دار العلوم کے ایک وفد نے جس کی قیادت استاد محترم حضرت شاہ صاحب فرما رہے تھے، عام مسلمانوں میں قادیانی دجل و فریب کا پردہ چاک کرنے کیلئے ملک کا دورہ کرنا تجویز کیا، اس دورے میں بھی ہم تینوں (مولانا بدر عالم، مولانا محمد ادریس صاحب اور احقر) کو حضرت رح کا ہم سفر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی، اسی زمانے میں یہ تجویز ہوا کہ سالانہ ایک جلسہ خود قادیان میں منعقد

کیا جائے جس میں مرزا کے اوہام باطلہ کی تردید خود ان کے مرکز میں جا کر کی جائے ان جلسوں میں بھی حضرات اکابر کے ارشاد کے مطابق ہم تینوں کو شریک ہونے کا موقعہ ملا، فیروز پور پنجاب میں قادیانیوں نے مناظرہ کا چیلنج کیا تو ان کے مناظرہ کے لئے دار العلوم کی طرف سے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب کی سرکردگی میں ہم تینوں رفیق سفر رہے بعد میں خود حضرت علامہ کشمیری اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی بھی پہنچ گئے۔ یہ تاریخی مناظرہ تین روز جاری رہا۔

حضرت استاذ شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ کی خاص توجہ اور مسلسل کوشش نے چند سال میں ایسا کر دیا تھا کہ علمی اعتبار سے مرزا صاحب اور قادیانیت نے دم توڑ دیا۔ اور یہ لوگ مناظرہ، مباہلہ کا نام لینا چھوڑ کر زیر زمین سازشوں میں مشغول ہو گئے۔ (ماہنامہ البلاغ کراچی۔ شعبان ۱۳۹۴ھ)

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

مظاہر العلوم سے فراغتِ تحصیل علوم کے بعد آپ دیوبند پہنچے اور حضرت امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلمذ کی سعادت کے ساتھ ہی ساتھ دار العلوم دیوبند میں منصب تبلیغ و تدریس پر فائز ہوئے اور اسی زمانے میں فیروز پور میں مرزائیوں کے ساتھ ایک مناظرہ طے پایا اور عام مسلمانوں نے جو فن مناظرہ سے ناواقف تھے مرزائیوں کے ساتھ بعض ایسی شرائط پر مناظرہ طے کر لیا جو مسلمان مناظرین کے لئے خاصی پریشان کن ہو سکتی تھیں۔ دار العلوم دیوبند کے اس وقت کے صدر مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی رح اور حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رح کے مشورے سے مناظرے کیلئے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری رح۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رح حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی رح تجویز ہوئے یہ حضرات جب فیروز پور پہنچے

تو مرزائیوں کی شرائط کا علم ہوا کہ انہوں نے کس دجل سے من مانی شرائط سے مسلمانوں کو جکڑ دیا ہے، اب دو ہی صورتیں تھیں کہ یا تو ان شرائط پر مناظرہ کیا جائے یا پھر انکار کیا جائے، پہلی صورت مضر تھی، دوسری صورت مسلمانانِ فیروز پور کے لئے بے عزتی کا باعث ہو سکتی تھی کہ دیکھو تمہارے مناظر بھاگ گئے۔ انجام کار انہی شرائط پر مناظرہ منظور کر لیا گیا اور حضرت امام العصر علامہ کشمیری قدس اللہ سرہ کیلئے تار دے دیا گیا۔

اگلے روز مقررہ وقت پر مناظرہ شروع ہوا۔ اور عین اسی وقت دیکھا گیا کہ حضرت علامہ شاہ صاحب کشمیری بنفس نفیس حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں، انہوں نے آتے ہی اعلان فرما دیا کہ جائیے اُن لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم نے جتنی شرائط مسلمانوں سے منوائی ہیں اتنی ہی اور من مانی شرائط اور لگوالو، ہماری طرف سے کوئی شرائط نہیں۔ مناظرہ کرو اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو، چنانچہ اس بات کا اعلان کر دیا گیا اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا سید بدر عالم صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحبؒ نے مناظرہ کیا۔ اس میں مرزائیوں کی جو گت بنی اس کی گواہی فیروز پور کے در و دیوار آج بھی دے سکتے ہیں۔ مناظرہ کے بعد شہر میں جلسہ عام ہوا جس میں مذکورہ مناظرین کے علاوہ حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ اور حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے بھی تقریریں کیں یہ تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں یادگارِ خاص کی نوعیت رکھتی ہیں، بہت سے لوگ جو قادیانی دجل کا شکار ہو چکے تھے اس مناظرہ اور جلسہ کے بعد اسلام میں واپس لوٹ آئے۔ خلاصہ یہ کہ مرزائیوں کے ساتھ ان علمائے دیوبند کے سینکڑوں تقریری اور تحریری مباحثے ہوئے اور بحمد اللہ ہر موقعہ پہ قادیانیوں کو میدان ہارنا پڑا۔ اسی سلسلے میں علمائے دیوبند کی جانب سے متواتر ایک سال تک اشتہارات بھی نکلتے

رہے مگر قادیانیوں نے جواب دہی سے توبہ کر لی۔

غرض یہ کہ ان حضرات علمائے دیوبند نے اس ضمن میں اپنا فرض بخوبی ادا کیا اور اپنے قابلِ فخر اساتذہ علامہ انور شاہ صاحبؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کے ہمراہ کئی بار قادیان، فیروز پور، گورداسپور اور لاہور آنا ہوا اور ایسی ایمان افروز تقریریں کیں کہ اساتذہ کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی)

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ:۔

"عیسائی، قادیانی، پرویزی اور اسی طرح کے باطل مذاہب کے رد کی سعادت نوجوانی ہی سے جن علماء کو نصیب ہوئی ان میں والد محترم مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ اور حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ کے اسمائے گرامی خاص طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ حضرات ان فتنوں کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ اور آخر دم تک تحریر و تقریر کے ذریعے ان فتنوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

۱۹۲۱ء میں جب یہ تینوں حضرات دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے لئے مقرر کئے گئے تو قادیانی فتنہ اس وقت اپنی زندگی کے ابتدائی مگر خطرناک مراحل میں داخل ہو چکا تھا۔ برصغیر کے سبھی علماء اس فتنۂ ارتداد کے مقابلے اور سدِ باب کیلئے ڈٹے ہوئے تھے، ہر طرف تحریر و تقریر اور مناظروں کا ہنگامہ بپا تھا۔ عیسائی حکومت برسرِ اقتدار تھی اور وہ بھی ایسی حکومت جس کی قادیانیوں کو مکمل حمایت اور سرپرستی حاصل تھی۔ ایسے خطرناک موقعہ پر ان علمائے حق نے قادیانیوں سے مناظرے کئے اور امتِ مسلمہ کو اس فتنے سے بچانے کیلئے اپنی تمام تر علمی، فکری اور علمی صلاحیتوں سے خوب کام لیا۔ اسی طرح یہ حضرات زندگی بھر عیسائیوں کے خلاف سرگرم عمل

رہے اور عیسائیوں کے مقابلے کے رد میں کتابیں لکھیں۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "کلمۃ اللہ فی حیاتِ روح اللہ" اور مولانا سید بدر عالم صاحب نے "نزولِ عیسیٰ علیہ السلام" جیسی بڑی معرکۃ الآرا کتابیں لکھیں۔ جو قادیانیوں اور عیسائیوں کے لئے ایٹم بم ثابت ہوئیں۔ جسطرح ان حضرات نے قادیانیوں اور عیسائیوں کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعے مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کا فریضہ ادا کیا، اسی طرح سے دہریت اور فتنۂ انکارِ حدیث کے خلاف بھی جہاد کرتے رہے۔ حق تعالیٰ ان حضرات کے درجات بلند فرمائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں درسِ حدیث

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

دارالعلوم دیوبند میں تقریباً چھ سال تک تدریس و تبلیغ کی خدمت انجام دینے کے بعد ۱۳۴۶ھ کو حضرت امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے قافلہ کے ساتھ آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل چلے گئے اور حدیث کے اساتذہ میں تقرر ہوا۔ اسی دور میں دیوبند کے "مہاجر" اخبار کے قابل ترین مضمون نگار رہے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ پانچ سال تک حضرت شاہ صاحب علامہ کشمیری قدس اللہ سرہٗ کے درس صحیح بخاری میں پورے التزام کے ساتھ شریک ہوتے رہے پھر خود بھی سترہ سال تک جامعہ اسلامیہ میں علم حدیث کی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ آخر میں جامعہ کے صدر مدرس منتخب ہوئے۔ اس دوران ہزاروں طالبانِ علم حدیث آپ کے فیض سے مالا مال ہوئے اور آج بھی دنیا بھر میں آپ کے تلامذہ خدمتِ علم دین میں مشغول اور مصروف ہیں۔"

(ماہنامہ "بینات" کراچی)

اسی سلسلے میں صاحب زادہ حضرت مولانا سید آفتاب احمد مدنی رح فرماتے ہیں کہ:۔

"مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں آپ مدرس ہوگئے اور دو سال درس دینے کے بعد قسمت نے وہاں سے کھینچ کر دیوبند بحر العلوم رئیس المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کی گود میں لاڈالا اور وہاں ان کے نور نظر بنے رہے۔ پھر دار العلوم دیوبند جیسے علمی مرکز میں مدرس کے عہدے پر فائز کئے گئے۔ وہاں سے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل جانا ہوا۔ جس کی ابتداء انہی متبرک ہاتھوں سے ہوئی اور آج تک اس جامعہ سے سینکڑوں علماء بن کر نکل چکے ہیں اور یہ سلسلہ الحمدللہ ابھی تک جاری ہے۔

حضرت والد ماجد مولانا سید بدر عالم صاحبؒ نے چار مرتبہ صحیح بخاری شریف سبقاً سبقاً حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے طالب علموں کی صف میں بیٹھکر پڑھی ہے، حالانکہ اس وقت خود دورے کے مدرس تھے، لیکن کمال ادب دیکھئے کہ باوجود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار کے، اس طرف نہیں بیٹھے۔ اس وقت کو کیا کہیے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بھی کبھی اس جگہ بیٹھکر درس نہیں دیا، بلکہ ہمیشہ اس جگہ سے ہٹ کر بیٹھا کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ قیام بھی دونوں کا اس طرح ساتھ رہا کہ دونوں کے کمرے برابر تھے، حتیٰ کہ درمیان میں دروازہ بھی تھا لیکن کمالِ ادب دیکھئے کہ چار سال کی طویل مدت میں ایک مرتبہ بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہنسی تک کی آواز نہیں سنی اور اپنے اس محبوب اور فاضل تلمیذ کو ایسی سند اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرماکر عنایت فرمائی جو فل اسکیپ سائز کے ایک صفحے پر ہے جو کچھ اس میں تحریر فرمایا ہے

وہ ایک محدث کے لئے بجا طور پر قابل فخر ہے، میرے علم میں ایسی سند حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی تلمیذ کو نہیں عنایت فرمائی جو اتنی طویل اور اتنی خصوصیت کی حامل ہو۔" (ترجمان السنہ جلد ۴ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

علمی و تصنیفی خدمات حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی، دینی، تبلیغی، تدریسی اور تصنیفی فیوض و برکات اس قدر مختلف الانواع ہیں کہ اس مختصر سے رسالے میں اس کا احاطہ ناممکن ہے۔ قدرت نے علم دین کی جو خدمت آپ سے لی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی، آپ ایک جید ترین عالم دین تھے، ایک محدث و مفسر تھے، ایک عارف و فقیہ تھے، ایک ادیب و شاعر تھے، قرآن و حدیث کے اسرار و نکات بیان کرنے والے تھے، عام جلسوں اور مجلسوں میں علم و معرفت کے موتی بکھیرتے تھے، آپ نے درس و تدریس، وعظ و تقریر اور تصنیف و تالیف کے ذریعے ہزاروں بندگانِ خدا کو فیض پہنچایا اور برس ہا برس مسندِ وعظ و ارشاد کو زینت بخشی اور لوگوں کی فکری، ذہنی اور روحانی ہدایت کا سامان فراہم کیا۔

آپ کی تدریسی و علمی زندگی کا عرصہ نصف صدی کے قریب پھیلا ہوا ہے اور آخر عمر تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ نے مختلف دینی موضوعات پر کتابیں اور رسائل لکھے اور آپ کی تصانیف پورے عالم اسلام کے طول و عرض میں پھیلیں جو مسلمانوں کے لئے صلاح و فلاح کا ذریعہ بنیں، آپ کی تصانیف کا تمام تر حصہ خالصتًا دینی اور اصلاحی موضوعات سے متعلق ہے۔ زیادہ تر کتب علم حدیث، علم قرآن علم کلام و عقائد، اصلاح و تربیت اور ردِّ مذاہب باطلہ سے متعلق ہیں، علم حدیث کی جو خدمت آپ نے سرانجام دی وہ رہتی دنیا تک یاد رہے گی، خدمتِ حدیث کے سلسلے میں "فیض الباری" شرح بخاری اور "ترجمان السنہ" آپ کے علمی کارنامے ہیں۔ آگے آپ کی تصنیفی خدمات کا موقعہ بہ موقعہ مختصر ذکر ہوتا رہے گا۔

فیض الباری شرح بخاری کی ترتیب و اشاعت

حضرت مولانا آفتاب احمد مدنی فرماتے ہیں کہ :-

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے زمانۂ تدریس کے دوران میں حضرت والد ماجد مولانا سید بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابن ہمام کی کتاب زاد الفقیر پر حاشیہ تحریر فرمایا جس کا نام "مستزاد الحقیر" ہے، آپ اس نام کی خوبی سے ہی اس حاشیہ کی نفاست کا اندازہ فرمالیں۔

حضرت انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد فیض الباری جیسی اہم تالیف کے لئے قدرت نے حضرت اقدس والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب فرمایا اور یہ خدمت انہی کے سپرد کی گئی چنانچہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ضعیف کاندھوں پر اس اہم کام کو اٹھالیا اور جس طرح اس کو انجام دیا ہے وہ علمی طبقے کے سامنے ہے کہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ادق مضامین و علمی تقاریر کو اس سلاست اور جامعیت کے ساتھ پیش کیا، کہ اب ایک مطالعہ کرنے والا غور کرتا ہے کہ وہ ادق مضامین کون سے تھے ؟ اور اس دو ہزار صفحات کی کتاب کو ہزاروں صفحات کے مطالعہ کے بعد صرف دو سال میں مرتب فرمایا گیا درس کے ساتھ اور اس وقت جبکہ شدید مرض میں مبتلا تھے۔ یعنی دق کے انجکشن لگ رہے تھے اور رات کو کھانسی اسقدر اٹھتی تھی کہ نصف شب بیٹھ کر گذرتی تھی۔ اس حالت میں ۱۴ گھنٹہ یومیہ کام کرتے تھے۔ اس کیفیت میں اور اس محنت شاقہ کے بعد یہ علم کا سمندر کوزے میں بند کیا جو انمول موتیوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور اب اس میں سے ہر صاحب اپنے اپنے ذوق کے موافق موتی چن چن کر فائدہ اٹھا چکا ہے اور اٹھا رہا ہے اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا اجر عظیم مرحمت فرمائے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے" آمین

حضرت علامہ محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت مولانا سید بدر عالم صاحبؒ نے جہاں دوسری دینی و علمی خدمات انجام دی ہیں وہاں "فیض الباری شرح بخاری" چار ضخیم جلدوں میں جو حضرت شیخ امام العصر علامہ کشمیریؒ کی تقاریر، درس صحیح بخاری کا مجموعہ ہے۔ یہ عربی زبان میں ہے اور ترجمان السنۃ اردو میں، خدمتِ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ بے نظیر شاہکار ہیں جو رہتی دنیا تک ان کی زندہ یادگار اور اہل علم و دین کے طبقے میں منبع فیض بنے رہیں گے، انشاءاللہ العزیز۔

جواہر الحکم کے نام سے احادیث نبویہ کا ایک مجموعہ جو عصر حاضر کی عوامی اصلاحی خدمت کے طور پر انتہائی دل نشین تشریحات کے ساتھ تالیف فرمایا ہے، تین حصوں میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ ان کی آخری تصنیف ہے اور ان کے شرح صدر کا عمدہ نمونہ ہے۔ ان کے علاوہ آپ کے قلم سے بیسیوں قابل رشک مظاہر و آثار ظہور میں آئے کہ عقل حیران ہے اور یہ تالیفات و رسائل آپ کے علمی مقام کا ثبوت ہیں"۔ (بیّنات کراچی)

جناب مولانا سید محبوب رضوی صاحب تاریخ دارالعلوم دیوبند" میں لکھتے ہیں کہ:۔

"جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد ان کے معتمد علیہ شاگرد مولانا سید بدر عالم صاحب نے اپنے استاذ کے علوم و معارف کو "فیض الباری علی صحیح البخاری" کے نام سے چار جلدوں میں مرتب کیا جس میں اپنے استاذ حضرت شاہ صاحبؒ کی نادر علمی تحقیقات اور تفردات کو پیش کر کے آپ نے ایک عظیم الشان علمی کارنامہ انجام دیا ہے

حق تعالیٰ مولانا مرحوم کو آخرت میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے"۔ آمین۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند)

جامع العلوم بہاولنگر کی تاسیس | صاحبزادہ مولانا آفتاب احمد مدنی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-

"والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں ۱۷ سال حدیث کا درس دیا، پھر وہاں سے تشریف لے آئے، مشیئت ایزدی کے تحت اور وہ اس لئے کہ ایک دوسرے مقام پر دریا بہانا منظور تھا، چنانچہ حضرت والد صاحبؒ بہاولنگر تشریف لے گئے، جہاں ایک چھوٹا سا مدرسہ تھا جو صرف دو کمروں اور درختوں سے عبارت تھا۔ گویا کہ اس علمی درس گاہ کی تاسیس بھی والد صاحب ہی کے متبرک ہاتھوں سے ہوئی اور اب وہاں بڑا مدرسہ ہے جس کا نام "جامع العلوم" ہے۔ کتب خانہ بھی بہت اچھا ہے۔ تعمیر بھی اچھی خاصی ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسطرح اس بہاولنگر کے شہر کو علم کی دولت سے نوازا۔ اور یہ سب کچھ ایک سال کے قیام کا نتیجہ تھا اب اندازہ لگا یئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس برگزیدہ بندے کو کس طرح اپنی رحمتوں میں گھیرے گھیرے لئے پھر رہا ہے" اور بقول حضرت علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے "ڈابھیل کے بعد بہاولپور و بہاولنگر آپ کا مرکزِ فیض رہا، اور سینکڑوں بندگانِ خدا کو مستفیض فرمایا۔"

ندوۃ المصنفین دہلی سے تعلق | حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-

"عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اردو میں کتاب و سنت اور سیرت و تاریخ اسلام کی وسیع تر اشاعت کیلئے فضلائے دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنیؒ، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی، مولانا حفظ الرحمن

سیوہاروی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے ندوۃ المصنفین دہلی کی بنیاد ڈالی یہ چاروں حضرات حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے ہونہار تلامذہ اور دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر فرزند ہیں، ان کی مساعی سے ندوۃ المصنفین دہلی نے اردو میں جو مفید دینی لٹریچر شائع کیا اس لٹریچر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اکابر دیوبند نے عربی اور اردو میں کتاب و سنت اور فقہ کی اشاعت و تبلیغ میں جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اس کے مقابلے میں کسی دوسری ایک جماعت یا سب جماعتوں کے دینی لٹریچر کو ملا کر بھی تقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

جامع العلوم بہاولنگر میں تقریباً ایک سال تدریسی و علمی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب اس ادارے "ندوۃ المصنفین" سے وابستہ ہوئے اور بڑے بڑے علمی کارنامے انجام دیئے

(ماہنامہ الرشید لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر)

جناب صاحب زادہ مولانا آفتاب احمد صاحب مدنی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-

جامع العلوم بہاولنگر سے دہلی تشریف لائے اور "ندوۃ المصنفین" جس کو حضرت والد ماجد مولانا سید بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم رفقاء حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمان عثمانی اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے قائم فرمایا تھا، اسی کی ایک کڑی بن گئے جس پر اب یہ ادارہ فخر کرتا ہے کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت اس کے رکن رہ چکے ہیں۔

(ترجمان السنہ جلد ۴)

ترجمان السنہ کی تالیف حضرت مولانا سید آفتاب احمد صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:-

اسی ادارہ ندوۃ المصنفین دہلی سے تعلق کے دوران ہی آپکی عظیم الشان تالیف

"ترجمان السنہ" کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کتاب کی ترتیب وتبویب سب کچھ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی جانب سے ہے۔ یہ کتاب اس قدر نفائس وعجائبات سے معمور ہے کہ کیا تحریر کیا جائے؟ اس کے عنوانات ہی دیکھ کر انسانی عقل حیران ہو جاتی ہے۔ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہو سکتا ہے ورنہ یہ کام انسان کے بس کا نہیں، اس کام کے لئے کس قدر فہم وذکاوت اور کیسا حافظہ اور کتنا احادیث پر عبور درکار ہے اس کا اندازہ صرف عالم مشتغل ہی لگا سکتا ہے عنوان ہی لگانا مشکل کام ہے، اور پھر اس کیلئے حدیث تلاش کر کے نکالنا یہ کتنا مشکل ہے؟ اس کا بیان اور سمجھانا پھر کار دارد۔

ترجمان السنہ کی پہلی جلد چھپ گئی لیکن جب دوسری جلد کا نمبر آیا تو تقسیم ہند ہو گئی اور حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کراچی تشریف لے آئے، اب یہاں نہ تو لائبریری تھی نہ علمی مجالس کا کوئی ذریعہ، لیکن حضرت والد صاحبؒ نے کتنی کتنی دور جا کر اور کس قدر محنت شاقہ برداشت فرما کر مطالعہ فرمایا اور اس کتاب کی تالیف کے سلسلے کو جاری رکھا، ان کو تو صرف علمی گفتگو یا مطالعہ سے ہی راحت وآرام ملتا تھا جس طرح مچھلی کو سمندر میں خواہ کتنا ہی طوفان کیوں نہ ہو اور خشکی میں ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتی بالکل یہی حال حضرت اقدس والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، بڑی محنت کے بعد دوسری اور تیسری جلدیں سامنے آئیں اور پھر جلد چہارم زیور طبع سے آراستہ ہو کر ناظرین کے سامنے اس وقت آئی جب اس کے مؤلف اس دار فانی سے رحلت فرما چکے تھے۔

جلد چہارم میں حضرت والد صاحب نے معجزات پر ایسی محققانہ وعالمانہ سیر حاصل بحث فرمائی ہے جس کو پڑھ کر ایک صاحبِ فہم انسان سمجھ لے گا کہ معجزہ کی حقیقت کیا ہے؟ اور جب اس کا غور سے مطالعہ کرے گا تو انشاء اللہ اس کے دل سے تمام شکوک وشبہات اس طرح صاف ہو جائیں گے جیسے آئینہ ہوتا ہے اسی لئے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو

اس جلد کے طبع ہونے کا بے چینی سے انتظار لگا ہوا تھا اور بہت مسرور تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت اہم کام لے لیا۔ ان کی مسرت کا اندازہ انہی کے ان اشعار سے فرمائیں ؎

اک جلد معجزات کی لایا ہوں نذر کو — اس کے سوا تو حوصلہ کیا ہے غلام کو

کریں اگر قبول تو کیسا شرف ملے — پشتوں کو اس حقیر کی اور اس غلام کو

ہو جائے یہ نصیب تو رہ جائے یادگار — بخشش کی اک کریم کی اپنے غلام کو

اور کس طرح بستر علالت پر یہ کام حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سرانجام دیا وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کھلی کرامت ہے ورنہ اس قدر اہم موضوع جس میں اتنے دقیق و عمیق مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہو ایسی حالت میں املا کرانا ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس سعی کو قبول فرمائے جو بہتر سے بہتر ہو، آمین۔ اللہ تعالیٰ ان کے مزار مبارک کو نور سے بھر دے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔" آمین

حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ:۔

عمدۃ المحدثین حضرت مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنی نے "ترجمان السنہ" کے نام سے ایک گراں قدر علمی ذخیرہ، چار ضخیم جلدوں میں مرتب فرمایا، جسے "ندوۃ المصنفین دہلی" نے اپنے روایتی انداز میں شائع کیا اور اسی طرح حضرت موصوف نے "جواہر الحکم" کے نام سے تین چھوٹے چھوٹے مجموعے موجودہ دور کے خصوصی تقاضوں کو مدِنظر رکھ کر لکھے، ترجمان السنہ کے نام سے انہوں نے جو کام کیا وہ اگرچہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا کیونکہ ان کا ارادہ اس طرح کی آٹھ دس جلدیں لکھنے کا تھا مگر زندگی نے مہلت ہی اتنی دی کہ چار جلدیں پوری کر سکے تاہم یہ ایک ایسا عمدہ علمی ذخیرہ ہے کہ اس کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ اپنے دور کی حدیث کی سب سے بڑی خدمت ہے، حضرت مولانا مرحوم کا اندازِ تحریر ایسا ہے کہ متوسط درجے

اوراونچے طبقے کے لوگ اس سے زیادہ مستفید ہوسکتے ہیں"۔

(ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے، حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، فراغت تحصیل کے بعد دارالعلوم دیوبند کے مدرس رہے۔ فن حدیث میں خاص دلچسپی اور لگاؤ تھا۔ فارغ التحصیل ہوجانے کے بعد بھی کئی بار دارالعلوم دیوبند میں حضرت شاہ صاحب کے یہاں ترمذی اور بخاری کی سماعت فرمائی۔ آپ حضرت شاہ صاحب کے علوم کے خاص ترجمان تھے۔

"فیض الباری شرح صحیح بخاری" آپ کی تالیفات کا شاہکار ہے اسی طرح آپ کی دوسری تصانیف و تالیفات میں "ترجمان السنہ" علم حدیث میں ایک شاہکار تصنیف ہے جس میں اکابر دارالعلوم اور بالخصوص حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کے علوم کو جمع کرکے خود اپنے علم اور علمی مہارت کا ثبوت دیا ہے، اس مبارک کتاب کی چار جلدیں ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئیں جو خواص و عوام میں مقبول ہوئیں ان کے علاوہ مستزاد الحقیر، زبدۃ المناسک، ترجمۃ الحزب الاعظم، آوازِ حق، نزولِ عیسےٰ، شانِ حضورؐ، قسمت کا ستارہ، فرباد مظہر وغیرہ آپ کی مشہور تالیفات ہیں۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری استاذِ تفسیر دارالعلوم دیوبند، ترجمان السنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

"چند سال گذرتے ہیں کہ ہندوستان کا ایک عالم و فاضل جس کی زندگی کا نصف سے زائد حصہ قال اللہ وقال الرسول کی شرح، تفسیر، توضیح و تنقیح میں گذرا

اور جس کے ولولۂ عشق نے خاک پائے مدینہ زادہ اللہ تشرفاً وتعظیماً کو اس کا مقدس مدفن بنا دیا۔ یہ عالم وفاضل مولانا سید بدر عالم صاحب کی شخصیت تھی جو دار العلوم دیوبند کے ممتاز فاضل اور حضرت علامہ کشمیری رح کے قابل فخر تلمیذ تھے جنہوں نے اپنے استاد کے درسی افادات بصورت تقریر بخاری ضخیم چار جلدوں میں لکھ کر رہتی دنیا تک افادات انوری کو محفوظ کر دیا۔ اس کے علاوہ مستقل تصانیف کا ایک گرانمایہ سلسلہ ماٰثر علمی کی حیثیت سے چھوڑ گئے۔

پندرہ بیس سال قبل ندوۃ المصنفین کی تحریک و فرمائش پر اردو میں حدیث کی شرح وتفصیل کا ایک کامیاب ذخیرہ "ترجمان السنہ" کے نام سے آپ نے قلمبند کیا، جس کی چار جلدیں شائع ہوئیں۔ مولانا مرحوم نے حدیث کے خاص ابواب، وقتی مسائل اور مہمات میں حدیث کی راہنمائی، زندقہ وزیغ، الحاد و بے راہ روی کے تاریک دور میں اسلام کی ہدایت، اس سلیقے کے ساتھ پیش کی کہ ترجمۃ الابواب میں وہ قدیم محدثین کے لگے کا بے تکلف کام کر گئے، عنوانات کی ندرت، احادیث کی تنقیح وتنقیص پر زور شرح اور عالمانہ نقد وجرح نے اردو میں اس خدمت کو شاہکار کی حیثیت دی۔ بلا شبہ ندوۃ المصنفین کا یہ کارنامہ انفرادیت وامتیاز کا ایک دلکش مرقع ہے

(ماہنامہ دار العلوم دیوبند نومبر ۱۹۶۸ء)

دار العلوم ٹنڈو الہ یار کا قیام ابھی تو آپ ہندوستان کے دینی اداروں میں علم کے دریا بہا رہے تھے اور طالبان علم کو سیراب وشاداب فرما رہے تھے کہ تقسیم ہند ہو گئی اور آپ اپنے اساتذہ ومعاصرین شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رح، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے ساتھ پاکستان تشریف لے آئے، یہاں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ نے دار العلوم دیوبند کی طرز پر ایک مرکزی دار العلوم قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا اور اس اہم

کام کے لئے ان کی نظر انتخاب اپنے بایہ ناز تلامذہ حضرت سید بدر عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ جیسے قابل یکتائے روزگار، حضرات پر پڑی اور اس اہم کام کے بارے میں سوچنے کیلئے ۹ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۴۹ء کے اواخر میں علامہ شبیر احمد عثمانی کے ایماء پر مولانا احتشام الحقؒ نے پاکستان کے اہل علم و فضل دیندار حضرات کو کراچی آنے کی دعوت دی۔

اس دعوت پر کافی علماء تشریف لائے اور یہ اجتماع پاکستان کے علماء کا نمائندہ اجتماع ثابت ہوا۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک مجلس شوریٰ ترتیب دی جس کے ممتاز ارکان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی وغیرہ علماء شامل تھے۔

اس اجتماع میں مرکزی دارالعلوم کی ضرورت اور اسکی نوعیت، دارالعلوم کیلئے کسی مناسب مقام کا انتخاب، تعلیمی نظام اور سرمایہ کی فراہمی وغیرہ امور پر غور کیا گیا تعلیمی نظام اور مناسب ولائق حضرات کے انتخاب کیلئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو حسب ذیل حضرات پر مشتمل تھی۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ وغیرہ علماء شامل تھے، اس اجتماع کے بعد دارالعلوم کے عملاً قیام کے لئے صرف چند ماہ باقی رہ گئے تھے کہ اچانک شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات کا ہمت شکن اور روح فرسا حادثہ پیش آیا اور اس آفتاب علم و عمل

کے غروب ہو جانے سے علمی و دینی حلقے میں جو خلا پیدا ہوا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے،

حضرت علامہ عثمانیؒ کی وفات ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بہاولپور میں ہوئی، پھر میت کو بذریعہ طیارہ لے جایا گیا جہاں حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ ہی نے اپنے محبوب استاذ کو مسنون طریق پر غسل دیا۔ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، دو لاکھ سے زائد عقیدت مندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

حضرت شیخ الاسلام کی رحلت کے بعد خطرہ تھا کہ حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ کی وفات سے مرکزی دارالعلوم کے قیام کے عزم میں ضعف پیدا ہو جائے گا اور حضرت کی اس خواہش کو بھی شاید عملی جامہ نہ پہنایا جا سکے گا مگر شیخ الاسلام کی اس عظیم تمنا اور خواہش کو پورا کرنے کیلئے حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب اور حضرت مولانا احتشام الحق صاحبؒ میدان میں نکلے اور دارالعلوم کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا۔ ان حضرات کی سعی و کاوش سے بہت جلد حضرت علامہ عثمانیؒ کی یہ خواہش پوری ہو گئی

ایک صاحبِ ثروت حاجی محمد سومار صاحب مرحوم نے ۲۶ ایکڑ اراضی دارالعلوم کی بنیاد کے لئے وقف کرنے کی پیش کش کی جسے مجلس شوریٰ نے بخوشی منظور کر لیا اور ان دونوں حضرات کے ہاتھوں اس مرکزی دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا جو پاکستان میں ثانی دارالعلوم دیوبند کی حیثیت اختیار کر گیا۔ پھر حضرت مولانا عبدالرحمن کاملپوری، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور حضرت مولانا مالک کاندھلوی جیسے قابل اور یکتا اہل فن اور اربابِ علم و فضل کی دارالعلوم میں موجودگی سے دارالعلوم ٹنڈوالہ یار کو

چار چاند لگ گئے، اور بہت جلد ملکی اور غیر ملکی طلباء بڑی تعداد میں جمع ہو گئے، ایران، افغانستان، برما، انڈونیشیا، فلپائن، تھائی لینڈ، الجزائر، افریقہ، یمن، یوگنڈا تنزانیہ، آسٹریلیا، یورپ، بنگلہ دیش، چین، برطانیہ، امریکہ، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب کے ہزاروں طلباء یہاں سے زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو کر نکلے۔

(بحوالہ تذکرہ خطیب الامت مولانا احتشام الحق)

اس سلسلے میں حضرت مولانا سید آفتاب احمد مدنی مدظلہ فرماتے ہیں کہ :-

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف قسم کی علمی خدمات کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ قدرت کو ایک اور اہم ترین کام کی سپردگی منظور ہوئی اور وہ یہ کہ پاکستان جیسی بڑی اسلامی مملکت میں کوئی بڑی دینی علمی درسگاہ نہ تھی اس کا قیام کس قدر ضروری تھا اس کا احساس ان کو بہت تھا، چنانچہ دیگر رفقاء کی معاونت سے یہ درسگاہ قائم ہوئی جو اب "دار العلوم الاسلامیہ" کہلاتا ہے اور تقدیر نے اس علمی مرکز کیلئے ٹنڈو الہ یار کی سرزمین کو پسند فرمایا جس کی تمام تر ابتدائی ذمہ داریاں حضرت والد صاحب پر ہی تھیں مثلاً چیدہ چیدہ علماء کا جمع کرنا، قواعد کی تدوین کرنا، تمام نظم و نسق چلانا، یہ سب کچھ جس حسن و خوبی سے انجام دیا اس کا تحریر میں لانا دشوار ہے۔ الحمد للہ یہ علمی مرکز دینی کام بہت اچھی طرح انجام دے رہا ہے۔"

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

"تقسیمِ ملک کے بعد آپ نے پاکستانی قومیت اختیار کی اور ٹنڈو الہ یار کے دار العلوم میں ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے کام کیا اور درسِ حدیث میں مشغول رہے، یہ دار العلوم شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ کی یادگار ہے اور انہی کے حکم پر آپ اس سے وابستہ ہوئے، بہت سے طلباء کو اپنے فیض علمی سے سیراب فرمایا۔" (تاریخ دار العلوم دیوبند)

حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ :۔

دار العلوم ٹنڈو الہ یار میں جن مرکزی شخصیات کو جمع کیا گیا تھا ان کی علمی شہرت کے پیش نظر مختلف مدارس سے قابل و لائق طلبا دار العلوم کا رخ کرنے لگے، حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی اور حضرت قاری عبد المالک صاحب جیسے قابل اور یکتا اہل فن اور ارباب علم و فضل کی موجودگی سے دار العلوم کا ماحول برصغیر میں واقعی منفرد ماحول تھا۔" (تجلیات رحمانی)

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رح فرماتے ہیں کہ

مظاہر العلوم سہارنپور، دار العلوم دیوبند، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، جامع العلوم بہاولنگر اور ندوۃ المصنفین دہلی میں علمی و دینی خدمات سرانجام دینے کے بعد آپ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد پاکستان چلے آئے، یہاں حضرت شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رح کے قائم کردہ دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں استاذِ حدیث اور نائب مہتمم کے منصب پر فائز ہوئے

آپ نے بڑی محنت سے کام کیا۔ دار العلوم کا نظام عمل تیار کیا اور اس میں ماہر فن اساتذہ کو جمع کرنے میں بڑی کامیابی حاصل کی، آپ کی محنت و کاوش اور مولانا احتشام الحق تھانوی کی سعی و حسن تدبر نے مدرسے کو چار چاند لگا دیئے بہت سے علما یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے جو ملک اور بیرون ملک تعلیمی و تدریسی اور تبلیغی خدمات میں مصروف ہیں یہ آپ کا اور دیگر علماء کا ایک عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ حق تعالیٰ آپ کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائیں۔ آمین

دستورِ اسلامی کی تدوین میں حصہ

قیامِ پاکستان کے بعد سب سے بڑا اور اہم کام اسلامی دستور [illegible] کی ترتیب و تدوین کا مسئلہ تھا اس کے لئے شیخ الاسلام

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس مہم کا آغاز فرمایا تھا اس میں سب سے اہم کردار جن ممتاز علمائے کرام نے ادا کیا ان میں شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانیؒ مفتئ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھیؒ کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں

اس سلسلے میں جناب مولانا محمد میاں صدیقی فرماتے ہیں کہ:-

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر سب سے بڑی اسلامی مملکت کا رنگ ابھرا اور جس غرض کے لئے پاکستان بنایا گیا تھا اور جس کی خاطر لاکھوں مسلمانوں نے جان و مال کی قربانی دی، ہزاروں خاندانوں کی بربادی برداشت کی گئی اب اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے اس جدوجہد کا آغاز سب سے پہلے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کیا جو تحریک پاکستان میں قائداعظم کے دست و بازو تھے اور اور جنہیں بانیان پاکستان کا فخر حاصل تھا۔

علامہ عثمانیؒ نے اپنے ان ہی اہل علم و دانش کے مشورے سے فیصلہ کیا کہ پاکستان کا دستور قرآن و سنت کی روشنی میں مرتب کرنے کیلئے ایک خاکہ تیار کیا جائے جو دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کیا جا سکے، چنانچہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی اور مولانا ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی کے نام تجویز ہوئے۔ ان حضرات کو جمع کرنے کیلئے مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو ہندوستان بھیجا گیا اور علامہ عثمانیؒ نے لیاقت علی خان مرحوم کی درخواست پر اپنے رفقاء کے تعاون سے قرار دادِ مقاصد کے نام سے ایک دستوری مسودہ تیار کیا اور مرکزی اسمبلی میں منظور کرایا، قرار دادِ مقاصد کی شب و روز تیاری اور اس کی منظوری علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء کار

حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا ظفر احمد عثمانی رح مولانا محمد ادریس کاندہلوی رح
مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا سید بدر عالم میرٹھی
اور مولانا احتشام الحق تھانوی رح کا ایسا عظیم کارنامہ ہے جو تاریخ پاکستان میں سنہرے
حروف سے لکھا گیا۔

اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں جب علماء نے اسلامی دستور کا خاکہ ۲۲ نکات
مولانا احتشام الحق تھانوی رح کی دعوت پر مرتب کئے تو اس اجتماع میں بھی حضرت
مولانا سید بدر عالم میرٹھی رح اور دیگر مذکورہ بالا حضرات سب ہی شامل تھے، یہ
۲۲ نکاتی خاکہ ملک کے تمام مذہبی مکاتب فکر کے علماء نے متفقہ طور پر تیار کیا اور
ایک بے مثال یادگار قائم کی۔

اس کے بعد ۱۹۵۳ء میں جب دوبارہ ان نکات پر غور و خوض کا مرحلہ آیا
تو مولانا سید بدر عالم صاحب رح مدینہ منورہ ہجرت فرما چکے تھے"
(تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندہلوی رح)

الغرض تقسیم ہند کے بعد جب آپ ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لے آئے
تو دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد کے ساتھ ساتھ
نظام اسلام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے۔ اور اپنے ہم عصر علماء حضرت مولانا مفتی
محمد شفیع صاحب رح، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رح، حضرت مولانا خیر محمد صاحب رح
حضرت مولانا محمد ادریس صاحب رح اور حضرت مولانا احتشام الحق صاحب رح کے شانہ
بشانہ دستورِ اسلامی کی ترتیب و تدوین میں مصروف رہے اور ہر طرح تحریر و تقریر کے
ذریعے نظامِ اسلام کے نفاذ کے لئے عملی جد و جہد فرماتے رہے۔
(بحوالہ اکابرِ دیوبند مؤلفہ احقر بخاری غفرلہ)

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت | قدرت نے اپنے اس محبوب ترین بندے کو پھر سرزمین پاکستان سے نکال کر اس سرزمین مقدسہ پر پہنچا دیا جس کو اپنے محبوب ترین رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پسند فرمایا تھا۔ یہاں کس طرح تشریف لائے اور کیسے کیسے عجائبات اور واقعات یہاں کے قیام میں پیش آئے اگر ان کو لکھا جائے تو مضمون طویل ہوتا ہے اس لئے سب کو ترک کرنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے، یہاں حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"حیاتِ طیبہ کے آخری لمحات و انفاس میں سید الانبیاء رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار مقدس میں قیام کی تمنا پوری ہوگئی چنانچہ ۱۳۷۲ھ میں مدینہ طیبہ ہجرت کی، عرصہ سے مدینہ منورہ کی سکونت کی آرزو دل میں موجزن تھی اور نہایت ہی والہانہ انداز میں مدینہ کی ہجرت کا سودا دماغ میں سمایا ہوا تھا چنانچہ البدر الساری تعلیقات "فیض الباری" میں جو انتہائی والہانہ اور رقت انگیز انداز میں اس آرزو کا اظہار کیا جو رب العرش العظیم کی بارگاہ سے شرف قبولیت کے ساتھ سرفراز ہوئی اور نالہ ہائے سحری رنگ لائے اور جوار حبیب رب العٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا نے تصور سے بالاتر طریقے پر واقعہ کی صورت اختیار کرلی اور سید الانبیاء کے جوارِ مقدس میں قیام کی تمنا پوری ہوگئی۔

(ماہنامہ بینات کراچی رجب ۱۳۸۵ھ)

مسجد نبوی میں درس حدیث | حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند کے مایۂ ناز فضلاء میں سے تھے اور حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرہ کے معتمد علیہ اور مخصوص تلامذہ میں سے تھے [illegible]

سہارنپور، دارالعلوم دیوبند، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، جامع العلوم بہاولنگر اور دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں درس حدیث دیا، پھر عشق نبوی کی کشش نے آپ کو مدینہ طیبہ کھینچ بلایا۔

ارضِ مقدس میں آپ پوری جمعیتِ خاطر کے ساتھ علمی و عملی مشاغل میں مصروف ہو گئے اور آخر دم تک روضۂ رسول کے سایہ میں بیٹھ کر مسجد نبوی میں درسِ حدیث دیتے رہے جس میں علماء حجاز نے بھی آپ سے اکتساب علمی کیا اور آپ کے علمی فیوض کے ساتھ مدینہ منورہ میں آپ کا روحانی فیض بھی جاری رہا۔ بکثرت افریقی حضرات آپ کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئے اور ساؤتھ افریقہ میں آپ کا فیض کافی پھیلا۔ بڑے عابد و زاہد، ذکی و فقیہہ اور صاحب معرفت بزرگ تھے وہیں داعئ اجل کو لبیک کہا اور جنت البقیع میں امہات المومنین کے عین قدموں کے نیچے آپ کو قبر کی جگہ ملی۔ سبحان اللہ کیسے خوش نصیب بزرگ تھے۔ (تذکرۃ الظفر)

جناب مولانا سید محبوب احمد رضوی فرماتے ہیں کہ:۔

ہندوستان و پاکستان کو اپنے فیض علمی و روحانی سے فیضیاب کرنے کے بعد عشق نبوی میں سرشار، آپ نے مدینۃ الرسول کے لئے رختِ سفر باندھا اور وہیں مستقل قیام پذیر ہو گئے، قیام مدینہ کے زمانے میں تقریباً دس بارہ سال تک درس حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے، غالباً ۱۹۵۲ء میں آپ نے پاکستان سے مدینہ منورہ ہجرت کی، شب و روز کا اکثر حصہ مسجد نبوی میں گزارتے اور مسلسل آٹھ دس گھنٹے درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد میں مشغول رہتے۔ مختلف جماعتیں یکے بعد دیگرے حاضر خدمت ہو کر آپ کے فیضانِ علمی و روحانی سے سیراب ہوتی رہتی تھیں مسجد نبوی میں آپ کا درسِ حدیث اور مجالس روحانیہ بہت زیادہ مشہور ہوئیں اور اس کی شہرت نے مختلف اسلامی ملکوں کے طالبانِ علم و ہدایت کی ایک بڑی تعداد کو آپ کے گرد

جمع کر دیا تھا، حجاز کی مقدس سرزمین اور خاص مسجدِ نبوی میں ایک پاکستانی عالم کی
جانب اس قدر کشش اور قبولِ عام کا باعث آپ کے طریقِ درس وتبلیغ کی اس
خصوصیت کو سمجھنا چاہیئے۔ جو آپ کو اپنے اساتذہ حضرات اقدس مولانا خلیل احمد
سہارنپوری رح، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے
ورثہ میں ملی تھی۔" (تاریخ دار العلوم دیوبند)

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مرحوم فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے
تلمیذ رشید اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا
قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھی سے بیعت اور ان کے خلیفہ مجاز تھے، آپ کا سلسلۂ
ارشاد و ہدایت الحمد للہ بہت وسیع ہے۔

تقسیمِ ملک کے بعد آپ نے پاکستانی قومیت اختیار کی اور دار العلوم ٹنڈوالہ یار
کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے کام کیا، اور درس حدیث میں مشغول رہے، پھر پاکستان
سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور مسجد نبوی میں بھی درس حدیث کا سلسلہ جاری کیا،
آپ کا سلسلۂ بیعت وارشاد خصوصیت سے افریقہ میں بہت پھیلا، بکثرت افریقی
آپ سے بیعت ہوئے، زمانۂ حج میں جو قافلے ایسٹ یا ساؤتھ افریقہ سے آتے
تھے وہ اکثر وبیشتر آپ کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو کر واپس ہوتے تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مادر علمی
دار العلوم دیوبند کے جس مایۂ ناز فرزند نے یہاں تشریف لاکر مسجد نبوی میں قرآن و
حدیث کا درس دینا شروع کیا وہ مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ کی ذات گرامی ہے۔
حدیث پڑھاتے اور قال اللہ اور قال الرسول کہنے کی سعادت تو الحمد للہ آج بھی
بہت سے خوش نصیب بزرگان دین کو ملتی ہے لیکن "قال حبیبی [illegible]

درِ رسول پر بیٹھکر حدیثِ رسول پڑھانے کا جو شرف و اعزاز حضرت مولانا مدنی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی کو حاصل ہوا وہ کسی کسی ہی کو نصیب ہو سکتا ہے، زہے نصیب۔ بارہ تیرہ سال مسجد نبوی میں روضۂ رسول کے سامنے حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ نے علوم قرآن و حدیث کی جو شمع روشن کی یہ ایک بہت بڑی سعادت اور بہت بڑا اعزاز ہے، اس طرح سے الحمد للہ دار العلوم دیوبند کی ہمہ گیر فیض رسانی کے اثرات منبع و مرکزِ اسلام حجاز مقدس میں بھی اپنی گرمی دکھاتے رہے اور اب پوری دنیا میں ملکوں ملکوں دیوبند کا فیض جاری ہے۔"

(تاثرات ماہنامہ دار العلوم دیوبند)

محترم جناب سجاد میر صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت مولانا سید بدر عالم صاحبؒ کا شمار تاریخ اسلام کے ان علمائے دین میں کیا جاتا ہے جن پر ہر عرب و عجم کو ہمیشہ ناز رہے گا۔ آپ دار العلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلاء میں سے تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے، ان بزرگوں کے فضل و کمال کا تو کیا کہنا ان کے محبوب شاگرد، حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ ہی کے علمی کارناموں کی پوری تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ آپ کے فیضان کا یہ عالم تھا کہ پندرہ بیس سال پہلے آپ ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے گئے تھے، وہاں سے پوری افریقی دنیا میں آپ نے ایسی اصلاحی تحریک چلائی کہ آج ان کے فیض یافتہ پورے برِّ اعظم میں پھیلے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

(ہفت روزہ زندگی لاہور)

اخلاق و عادات اوصاف و کمالات

جناب الحاج حافظ فرید الدین احمد الوجیہہ صاحب آپ کے اخلاق و اوصاف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"قطب عالم حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب قدس سرہٗ کے بارے میں لکھنا انہیں زیب دیتا ہے جو مولانا کے مرتبہ سے روشناس ہوں، یہ ہیچمدان تصوّف کی حقیقت سے ناواقف، ولایت کی ماہیئت سے ناآشنا، آداب مریدین کی معلومات سے کورا، نکات و معارفِ مشائخ سے آگاہ نہیں لیکن قلب کا داعیہ مجبور کرتا ہے کہ کچھ گذارش کروں، لہٰذا یہ چند سطور حاضر ہیں:۔

مثل مشہور ہے کہ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" مولانا کی ذاتِ گرامی سے اوران کی صفات عالیہ سے علمی حلقہ اچھی طرح واقف ہے کہ وہ اس دور میں کس پایہ کے عالم اور شیخ رہے ہیں۔ بیسویں صدی کا زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ انگریزوں کی غلامی کا پورا اثر ہمارے معاشرے پر محیط ہو گیا تھا جس میں معصیت اور بد دینی کی گھنگھور گھٹائیں امڈ کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے لگائے ہوئے باغ کو ویران کر رہی تھیں جیسے دیکھو انگریزی تعلیم اور انگریزی معاشرت کا دلدادہ سیدھے سادے مسلمان تو درکنار اچھے خاصے دیندار حلقے بھی اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلانا ہی راہ نجات سمجھتے تھے۔ الا ماشاءاللہ۔

اس زمانے میں ایک سعید روح کا اپنے آپ انگریزی تعلیم سے بقدر ضرورت استفادہ کے بعد دینی تعلیم میں منہمک ہو جانا یقیناً اس بات کا شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے کوئی مخصوص کام لینا چاہتا ہے۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب قدس سرہٗ نے صحت، علالت، سازگار اور ناسازگار تمام حالات میں کس کس طرح دین کی خدمت کی ہے، محض قال نہ کسی کو متاثر کر سکا ہے اور نہ کر سکتا ہے زندگی بندگی سے بنتی ہے، چراغ سے چراغ جلتا ہے، زبانی پھونک سے تو چراغ

گل ہوتا ہے ، حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جو لوگ اسلام کے قائل بھی ہیں وہ اسطرح کہ اسلام کو صرف نماز ، روزہ اور حج و زکواۃ کی من موجی تشریح کر کے بیٹھ جاتے ہیں ظاہری اور باطنی حالات کی درستگی سے بمشکل علاقہ رکھتے ہیں نشست و برخاست معاشرے کے دوسرے مسائل مثلاً کھانا پینا ، تجارت ، ملازمت ، صلۂ رحمی ، اصلاح نفس ، معاملات کی صفائی ، تعلیم ، اخلاق کی تفہیم ، الوہیت و رسالت کی تعظیم غرضیکہ دینِ مصطفوی کی صحیح خدمت تب ہی ممکن ہے کہ انسان جو کچھ کہے اسے عملاً کر کے دکھائے ، بد قسمتی سے عوام تو عوام علماء بھی الا ماشاء اللہ تہذیب نفس کے اس راز کو نہیں برتتے ۔

اس تاریک زمانے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیشگوئی کے مطابق علمائے امت میں ایک ایسے عالم با عمل کی ضرورت تھی جو من کل الوجوہ قابل اعتماد مصلح اور سنت نبویہ کے زیور سے آراستہ ، اتباع شریعت کاملہ میں مخلوق کیلئے نمونہ اور حجت ہو ، اور طریقت کی دشوار گزار گھاٹیوں کا راہبر ، مولانا قدس سرہٗ کی ذاتِ ستودہ صفات انہی خوبیوں کی حامل تھی ، حرص و ہوس ، غیظ و غضب ، حسد و بغض ، بخل و حب مال ، رعونت ، تکبر و نخوت ، خود پسندی ، درشتی و سختی پاس بھی نہ گزرتی تھی ۔ عبادات علاوہ عادات اور امورِ مباحہ مثلاً حرکات و سکنات تک میں سنتِ مصطفویہ کے اتباع کی فکر رہتی تھی ، صبر و شکر اخلاص و صدق ، توکل و محبتِ الٰہی اور رضا بر قضاء پر اس درجہ عامل تھے کہ شاید و باید ، صوری وجاہت معنوی ہیبت ، کریمانہ اخلاق ، حکیمانہ اشفاق ، مادرانہ ترحم ، پدرانہ شفقت لطافتِ طبع ، نظافت و طہارتِ نفسی ، حسبی شرافت ، نسبی نجابت ، خاشع و خاضع ، مہمان نواز متواضع ، غرضیکہ تمام اوصاف میں یکتائے روزگار تھے ۔

بیسویں صدی کا یہ درّ شہوار بدایوں میں پیدا ہوا اور اپنی نورانیت سے

دیوبند، ڈابھیل، بہاولنگر، ٹنڈوالہ یار اور کراچی کو منور کرتا ہوا مرکزِ ثقل یعنی اپنے جدامجد کے سایہ عاطفت میں پناہ گزین ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ پاک اس پاک ذات کے طفیل ہم سب کارواں کی مغفرت فرمائے[1] آمین

مقدمہ ترجمان السنہ جلد ۴

حضرت علامہ سید یوسف بنوری فرماتے ہیں کہ:۔

"مولانا بدرِ عالم صاحب دورِ حاضر کے ان ممتاز علماء میں تھے جن کی بدولت علم ودین کی ساکھ قائم ہے۔ جن سے مدرسے آباد ہیں۔ منبر بارونق ہیں۔ موصوف قابل مدرس، فاضل مقرر، کامیاب ومقبول مصنف تھے۔ اردو وعربی کے ادیب وشاعر تھے۔ موثر اسلوب، شگفتہ طرز ادا کے مالک تھے۔ عام گفتگو میں بھی الفاظ کیا ہوتے، موتی کی پروئی ہوئی لڑیاں ہوتی تھیں جو ان کی نوکِ زبان سے بکھرتی تھیں۔ مؤثر تعبیر، دل نشین طرزِ ادا ان کی خصوصیت تھی صدق وصفا کے مجسمہ تھے۔ ورع وتقویٰ اور استغناء کے پیکر تھے۔ نصیحت وخیر خواہی اور حق گوئی میں ممتاز تھے۔ نہایت زیرک ومدبر تھے اور سب سے بالاتر یہ کہ آخری لمحات حیات میں مرشدِ کامل تھے۔

پاک وہند اور جنوبی ومشرقی افریقہ کے سینکڑوں بندگانِ خدا ان کی تربیت وتزکیہ اور بیعت وارشاد سے فیضیاب ہوئے اور شریعت کی پابندی واستقامت ان کو نصیب ہوئی۔ ذکی عالم تھے۔ صاحب فراست بزرگ تھے۔ مدینہ طیبہ کی سیزدہ سالہ بابرکت زندگی ان کی سرشت وطبیعت میں بہت کارگر اور مؤثر ثابت ہوئی۔ مدینہ کے انوار وبرکات نے "سونے پر سہاگہ" کا کام کیا ان کے فطری جوہر کھلے، گرم گستری، مہمان نوازی، مروت وجوانمردی اور اپنے مخلصین سے مخلصانہ ادائیں، سب سے زیادہ حیرت انگیز جوہر تھے جو نمودار ہوئے۔ غرض یہ کہ اپنے علم وفضل، زہد وتقویٰ اور خلوص وللّٰہیت میں اسلاف کی یادگار تھے۔"

(ماہنامہ بینات کراچی)

آخری معمولات و ہدایات

حضرت مولانا صاحبزادہ آفتاب احمد مدنی فرماتے ہیں کہ :

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی درس و تدریس، تبلیغ وارشاد اور تصنیف و تالیف میں گزری۔ اس دوران میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا، مگر دینی و علمی خدمات میں مصروف رہے۔ زندگی کے آخری سالوں میں مدینہ منورہ ہجرت فرمائی وہاں بھی درس و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا اور تالیف کے سلسلے میں ایک نئی جگہ میں جو صعوبتیں ہوسکتی ہیں۔ ان کا پیش آنا ضروری تھا۔ لیکن پھر بھی قدرت نے بہت مساعدت فرمائی۔

ایک مرتبہ حضرت والد صاحب ؒ ۵۳ء میں حج سے واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے کہ کار کو حادثہ پیش آیا۔ جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی انگلی شہید ہوگئی اور سر میں بھی زخم آئے اور دائیں ہاتھ میں بہت چوٹ آئی بدن سے خون بہت زیادہ نکل گیا۔ تقریباً چھ گھنٹے جنگل ہی میں پڑے رہے پھر خدائی امداد آئی اور چند عرب پہنچے اور انہوں نے کار کے ڈرائیور سے کہا کہ واپس جدّہ لے جاؤ، کار کا چورا ہوچکا تھا لیکن قدرتِ خدا انجن بالکل ٹھیک تھا۔ اتفاقاً ہم لوگ جدّہ میں موجود تھے۔ فوراً لبنانی ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ وہاں بہت عمدہ ڈاکٹر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علاج کامیاب رہا اور افاقہ ہوا ہی تھا کہ مدینہ منورہ واپسی کا ارادہ فرمالیا۔ چونکہ والد صاحبؒ کو زخموں کی تکلیف سے کہیں زیادہ اذیت مدینہ منورہ سے جدائی کی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مدینہ منورہ ان کی جان ہے۔ بس دسویں ہی دن مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور یہاں بھی علاج جاری رہا۔ لیکن درس و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کی طرف توجہ ان معذوریوں کے باوجود بھی رہی اور الحمد للہ ترجمان السنہ کی تیسری جلد شائع ہوگئی۔

ترجمان السنہ کے مطالعہ کرنے والے بخوبی واقف ہیں کہ حضرت والد صاحبؒ اس علمی اشتغال کے ساتھ ساتھ تقریباً گھنٹہ یومیہ حرم شریف میں رہتے تھے اور وہ بھی اس

ادب واحترام کے ساتھ جو اس مقام بلند کے مناسب تھا یعنی حرم شریف میں نہ نشست بدلتے تھے، نہ گفتگو فرماتے تھے۔ نیچی نظر کئے ہوئے چلتے تھے اور اپنی پوری توجہ حق تعالیٰ شانہ، اور اس کے رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرکوز رکھتے تھے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت اسی فکر میں مسائلِ حج کے متعلق ایک نہایت مختصر و جامع رسالہ جس کا نام خلاصہ "زبدۃ المناسک" ہے مرتب فرمایا۔ جو بہت عام فہم ہے اور ضروری مسائل سب اس میں موجود ہیں۔ یہ بھی طبع شدہ ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس رسالے کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ اس وقت اس کا انگریزی اور گجراتی ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے اور انگریزی کا تو تیسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔ "الحزب الاعظم" کا ترجمہ اس قدر عمدہ فرمایا ہے کہ پڑھنے والے کے قلب میں اثر کرتا ہے۔ یہ بھی کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ "نزولِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام" ایک رسالہ جو دراصل ایک حصہ ترجمان السنہ کا ہے لیکن اس کو علیحدہ اس نام سے رسالہ کی صورت میں بھی شائع کرایا ہے۔ چونکہ اس میں نزول کی بحث اس جدید انداز میں کی گئی ہے کہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو بلا مبالغہ آج تک ایسا رسالہ طبع نہیں ہوا ہے اس کا انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے اسی سلسلے کا ایک رسالہ قیامِ ڈابھیل کے زمانہ میں تالیف فرمایا تھا اس کا نام "آوازِ حق" ہے یہ بھی طبع ہو چکا ہے کتنے عجائبات پر مشتمل ہے کیا لکھا جائے۔ ناظرین خود مطالعہ فرما کر اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس حادثے کے بعد سے ضعف بہت ہو گیا تھا۔ جس قدر خون نکل گیا تھا اس کی تلافی نہ ہو سکی اور آخری چار سال تو بالکل بستر علالت پر رہے۔ نماز تک لیٹ کر اشارہ سے ادا فرماتے تھے۔ کھانا بالکل نام کو تھا یعنی روٹی، گھی، مصالحہ، پھل وغیرہ سب بند بس انجکشن اور طاقت کی ادویہ اور غذائیں ابلی ہوئی اشیاء ہوتی تھیں۔ اتنی شدید علالت میں بھی چوبیس گھنٹے ان کو اسی کا خیال لگا رہتا تھا کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس صورت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔

چنانچہ جواہر الحکم املاء کرانا شروع فرمادی جس کے مضامین بہت اہم اور بہت سہل انداز سے بیان کئے گئے ہیں جواہر الحکم کا تیسرا حصہ تو موجودہ دور کی مشکلات کا حل ہے۔ اور کمال یہ کہ سب کچھ حدیث ہی سے اخذ کیا گیا ہے یعنی عنوان قائم کیا گیا اور حدیث نکالی گئی کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری رسولؐ ہیں اس لئے وہ تو قیامت تک کی ضروریات اور مشکلات اور ان سے بچنے کی سب صورتیں بیان فرما گئے ہیں یہ صرف ہماری کوتاہ عقلی اور کم فہمی ہے کہ ہم نہ ان کو سمجھتے ہیں نہ اس کی جستجو میں سرگرداں ہیں۔ جن حضرات نے اس کا مطالعہ کیا ہے وہ حیران ہیں کہ یہ کام اس وقت بھی ایک کھلی کرامت کی حیثیت رکھتا ہے بعض صاحبان نے لکھا ہے کہ ہم اس کو ترجمان السنہ سے بھی زیادہ اہم تصوّر کرتے ہیں۔ الحمد للہ اس کا گجراتی زبان میں بھی ترجمہ شائع ہو چکا ہے اور اس وقت فرانسیسی زبان میں شائع ہو رہا ہے۔

پھر جب حضرت والد صاحبؒ کی طبیعت بہت زیادہ علیل ہو گئی تو خیال ہوا کہ سب احباب کو ایک خط لکھوا دیں تاکہ بار بار جواب دینا نہ پڑے اور سب مخلصین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ایسی نصائح و ہدایات اس میں تحریر فرما دیں جو ان کی دنیا و آخرت کی بہتری کا باعث ہوں چنانچہ اس ارادے سے قلم اٹھایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس نے تو نصیحت نامہ کی صورت اختیار کر لی اور الحمد للہ وہ بھی فوراً طبع ہو گیا اور اس کا ترجمہ انگریزی گجراتی زبانوں میں ہو گیا اور شائع بھی ہو گیا۔

پھر کچھ ایام ایسی محویت کے گذرے کہ ہر وقت اشعار فرمایا کرتے تھے جو عجیب و غریب نصائح پر مشتمل تھے اور ایک لغت بھی جو بہت علمی ہے یہ سب علیحدہ علیحدہ شائع بھی ہو چکے ہیں۔ جن کے نام "شانِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم" "قسمت کا ستارہ" "فریادِ مظہر" "عزیزوں کے نام دردمندانہ مکتوب" ہیں۔ اس مکتوب کا ترجمہ انگریزی میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ یہ سب کچھ عجیب و غریب نصائح پر مشتمل مجموعہ طبع شدہ ہے جس کو ناظرین پڑھ کر حیران ہوتے ہیں کہ اس قدر دقیق و مشکل مضامین کس سہل انداز میں اور مختصر

طریقے سے بیان فرمائے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد کے بغیر ممکن نہ تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب ہی فنون سے دلچسپی لی تھی مثلاً:۔ فقہ، تفسیر، فقہ، ادب، منطق، فلسفہ اور علم حدیث میں تو ماشاء اللہ کمال حاصل تھا۔ بالکل آخر عمر میں قرآن کریم کا ترجمہ سماعت فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ خیال تھا کہ تفسیر کا مطالعہ کروں، لیکن اندازہ ہوا کہ انسان تفسیر میں لگ جاتا ہے اور تفسیر اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان حائل بن جاتی ہے۔ اس لئے اب صرف ترجمہ پر کفایت کرتا ہوں۔ ترجمہ مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، جس کو سماعت فرماتے تھے۔ حجاج کرام کی جب آمد ہوتی تھی تو عصر کے بعد درس کی صورت ہوگئی تھی۔ سینکڑوں حجاج کرام مستفیض ہوتے تھے۔ غرض یہ کہ لیٹے لیٹے بھی مخلوق خدا کی فیض رسانی کی فکر فرماتے رہے اور ذکر واذکار اور تبلیغ واشاعت میں مصروف رہے۔

(ترجمان السنہ جلد ۴)

علالت و رحلت

صاحبزادہ مولانا آفتاب احمد صاحب مدظلہ علالت و رحلت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض کا زمانہ جس قدر طویل ہوگیا اتنا ہی ضعف ونقاہت بھی بڑھتی گئی اتنے طویل مریض کا مزاج کیسا ہوجاتا ہے یہ تو آپ کو معلوم ہے لیکن یہاں تو بات ہی کچھ اور تھی۔ ایسے خوش اخلاق تھے جس کا تحریر کرنا مشکل ہے اور اللہ ورسول کی محبت ومعرفت کا ایسا جام پیئے ہوئے تھے کہ نہ پوچھیئے۔ چہرہ مبارک ایسا منور وبشاش تھا کہ دیکھنے والا یہ اندازہ ہی نہ لگا سکتا تھا کہ یہ آدمی مریض بھی ہے یا نہیں۔ ایسے نفیس مزاج، مجسم محبت اور ایسے قدردان کہ ہماری والدہ مرحومہ ومغفورہ کے وصال کے بعد شادی ہی نہیں کی جن کے وصال کو پچیس سال گذر چکے تھے اللہ ان میں کیا صفات ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی برگزیدہ ہستی کے لئے رفیقۂ حیات تجویز فرمایا تھا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنات الفردوس میں رحمت فرمائے۔ آمین

اس سے ان کی محبت و مروت کا اندازہ فرمالیں اور ہم تینوں بچوں پر کیسی شفقت ہوگی کہ اس اندیشہ سے کہ ہم کو کہیں تکلیف نہ ہو دوبارہ شادی نہ کرنے کا سبب تھا جب ہماری والدہ مرحومہ کا وصال ہوا تھا تو ہم سے فرمایا تھا کہ "میں تمہاری والدہ اور والد دونوں کا کام کروں گا انشاء اللہ۔" اسکو کس طرح پورا فرمایا اس کا بیان کیا کروں اللہ تعالیٰ ان کے ایسے درجات بلند فرمائے جو ہمارے خیال وفہم سے بالاتر ہوں۔ آمین۔

بہر حال حضرت رحمۃ اللہ علیہ چار سال صاحبِ فراش رہے مسلسل علاج ہوتا رہا۔ ڈاکٹر صاحبان اتنی محنت سے منع کرتے تھے جو وہ مخلوقِ خدا کی اصلاح میں فرمایا کرتے تھے لیکن آپ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر اس طرح تبلیغ دین ہی میں جان بھی نکل جائے تو کیا غم بس" ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

وفات سے چند ہفتے قبل عالم آخرت نظر آنا شروع ہوگیا تھا۔ فرماتے تھے کہ جو کچھ مجھ کو نظر آتا ہے اگر تم کو بتلا دوں تو برداشت نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ایسی خوشبو محسوس فرماتے تھے جو کہ یہاں کے عطروں میں نہیں۔ ہم سے فرماتے دیکھو! کتنی نفیس خوشبو آرہی ہے۔ ہم عطر لاتے کہ دیکھئے! ایسی، فرمایا نہیں، ہم کو کیا خبر تھی کہ وہ مہک تھی جو بساتینِ جنت سے آرہی ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ کون سا مکان ہے۔ یہ کوئی دوسری بہت عمدہ کوٹھی ہے۔

وصال سے ایک ہفتہ قبل میری چھوٹی ہمشیرہ کو کراچی سے بلوالیا تھا۔ اس طرح انہوں نے اپنے تینوں لختِ جگروں کو جمع فرمالیا تھا، کہ ان کو غم کی تکلیف دور رہ کر نہ ہو۔ اب ان کی محبت کا کیا بیان کروں، بالآخر ...... ۵ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء شب جمعۃ المبارک میں داعئ اجل کو لبیک کہا اور حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے برضا و تسلیم جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور لقاء اللہ کو اختیار فرمالیا۔

من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وفات کے بعد چہرہ مبارک اس قدر منوّر اور مسکراتا ہوا تھا کہ نقشہ کھینچنا دشوار ہے اور جسم مبارک سے ایسی خوشبو آرہی تھی کہ جس کو کسی خوشبو کے ساتھ تشبیہہ دینا ناممکن ہے۔ جمعہ کی نماز کے بعد نماز جنازہ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ادا ہوئی۔ جنازہ کے ساتھ اس قدر ہجوم تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ جنت البقیع میں امہات المومنینؓ کے عین قدموں میں ان کی آخری آرامگاہ ہے۔ اس کی ان کو بہت تمنا تھی جو اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی یہ ناچیز قبر کے اندر تک ساتھ رہا ان کی اس تمنا کا اندازہ انہی کے ان اشعار سے کر لیں ؎

ہاں جنتِ بقیع میں میری بھی ہو جگہ
اس کی بہت تڑپ ہے مجھ ایسے غلام کو
کتنی بڑی ہوس ہے جو دل میں عمرؒ کے تھی
ہو جائے گر نصیب غلام غلام کو

اس طرح یہ بدرِ کامل جو اپنی شعاعوں سے دنیا کو منور کر رہا تھا۔ عالم دنیا میں غروب ہو گیا اور عالم آخرت میں طلوع ہو گیا اور وہ منبع علم و فیض و برکات جس سے مخلوقِ خدا فیضیاب ہو رہی تھی ظاہری طور سے بند ہو گیا اور ہم اس عالم میں اس کے دیدار سے بھی محروم ہو گئے۔"

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فصبر جمیل واللہ المستعان

جملہ احباب کو حضرتؒ کی نصیحت

میرے جملہ احباب ہر سنت کا پورا پورا اہتمام رکھیں اور کسی سنت کو خواہ وہ کتنی بھی چھوٹی سی ہو معمولی نہ سمجھیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت اللہ کو محبوب ہے۔

میری جانب سے سنت کی جتنی تاکید ہے اس سے بڑھکر بدعت سے اجتناب اور نفرت رکھنے کی تاکید ہے کیونکہ بدعت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے اس سے بدتر اور کیا چیز ہو سکتی ہے

بدعت ایک مہلک اور متعدی مرض ہے اس کے مریضوں سے متعدی امراض کی طرح دور رہنا چاہیئے۔ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بدعتیوں کو دیکھ کر بڑی نفرت کے انداز میں فرمائیں گے سُحقًا سُحقًا لِمَن بَدَّلَ بَعدِی یعنی جنہوں نے میرے بعد دین میں کوئی تبدیلی کی اور بدعت پھیلائی وہ مجھ سے دور رہیں۔

بدعت ایجاد کرنے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ہمارا کامل دین گویا ابھی ناقص ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھی کسی کمی بیشی کی گنجائش ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد گویا نبوت کی ضرورت باقی ہے اور یہ ختم نبوت کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟ اس لئے بدعت کا اثر نہ صرف مسلمان کے اعمال پر ہوتا ہے بلکہ اس کے عقائد پر بھی ہوتا ہے اس لئے بدعت میں غلو کرنے سے یعنی اسکی زیادتی سے سوءِ خاتمہ کا بھی اندیشہ ہے۔

حق پرست انسانوں کے غور و فکر کے لئے

سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر ایک اہم خطاب کا خلاصہ

خطبۂ مسنونہ کے بعد رئیس المحدثین حضرت مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا:

قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں ہی محدود ہو گئی تھی چنانچہ بعد میں جو نبی آیا ان ہی کی اولاد میں آیا، آپ کے دو فرزند تھے، اسحاق اور اسماعیل علیہما السلام دونوں کا تذکرہ تورات میں موجود ہے، حسب بیانِ تورات حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں صرف ایک ہی نبی کی بشارت تھی۔ حضرت خلیل علیہ السلام جب بناء بیت اللہ سے فارغ ہو چکے تھے تو انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام (جو بناء بیت اللہ میں ان کے شریک تھے) کی اولاد کے حق میں ایک رسول مبعوث ہونے کی دعاء فرمائی تھی جو اسی بلدہ مبارکہ میں پیدا ہوں جہاں انہوں نے خدا تعالیٰ کا گھر تعمیر فرمایا تھا

چنانچہ دعائے ابراہیمیؑ کے مطابق آپ تشریف لائے، نسب میں سب سے عالی، حسب میں سب سے برتر، اپنے عہدِ طفولیت ہی سے ہمیشہ ممتاز سیرت، ممتاز صورت، عادات و شمائل میں قوم سے علیحدہ، عبادات و رسوم میں ان سے الگ، لہو و لعب سے مجتنب، شرک و کفر سے متنفر، صدق و صفا، احسان و سلوک سے مزین، ظلم و عدوان اور جملہ فواحش سے کوسوں دور

جنگ وجدال سے نفور، مال وجان کی محبت سے بالاتر، عدل وانصاف کے شہزادے غرض جملہ اخلاق فاضلہ سے محلّٰی اور جملہ اخلاقِ رذیلہ سے معرّیٰ، جوانی میں عصمت و عفت کے فرشتے، پیری میں وقار ورعب کا پیکر، بال بال سے حسن ٹپکتا، کلمہ کلمہ سے پھول جھڑتے، رگ رگ سے فہم وفراست چمکتی، غصّہ و محبت اور جدال و ہزل سے یکساں حق گو، عفو و درگذر کرنے والے، مخلوق خدا کے سب سے بڑے ہمدرد، عہد و پیمان کے سب سے پکے، سب سے زیادہ راست گو، سب سے بڑھکر امانتدار لطف یہ کہ خود اُمّی اور قوم بھی سب اُمّی، تورات وانجیل کو آپ جانتے نہ آپ کی قوم جانتی، نہ کسی سے کوئی حرف پڑھا، نہ اہل علم کے پاس نشست وبرخاست رکھی قیاس ورہبان آپ کے موعود نبی ہونے پر سب متفق اور مشرکین عرب سب ہی آپ کی ان صفات کے معترف،

اسی حالت میں چالیس سال گذرگئے، کبھی نبوت کا ایک حرف زبان سے نہ نکلا جب عمر چالیس سال کو پہنچی تو ایک عجیب وغریب دعویٰ کیا جس سے نہ ملک آشنا، نہ باپ دادا آشنا اور ایک ایسا کام لوگوں کے سامنے پیش کیا جو آج تک نہ کسی نے سنا اور نہ آئندہ اسکی نظیر ممکن، صحف سماویہ سب اس کے سامنے سرنگوں نہ الٰہیات و عملیات میں کوئی اس کے ہم پلّہ، نہ سیاسیات ومعاشیات میں کوئی اس کا ہم عصر، اسرار کا مخزن، علوم کا سمندر، قصص وامثال ونصائح وعبر کا دریا، طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرنیوالے بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے، کوئی بھلی چیز ایسی نہ تھی جس کو عقولِ سلیمہ برا جانیں مگر اس سے روک نہ دیا ہو، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جس کا آپ حکم دیں اس کے لئے طبائع سلیمہ کی خواہش یہ ہو کہ آپ اس کا حکم نہ دیتے اور نہ کبھی اس بات سے روکا جس کے متعلق طبائعِ سلیمہ کی تمنا یہ ہو کہ آپ نہ روکتے۔

اس پر ریاست وسرداری سے بیزار، دشمنوں اور مخالفوں سے لاپرواہ، احباب وانصار سے بے نیاز۔ نہ ہاتھ میں کوئی دولت نہ پشت پر کوئی طاقت، نہ قبضہ میں کوئی ملک۔ زن، زر کی کوئی دولت نہیں جو قدموں پر نہ ڈال دی گئی ہو اور آپ نے اس کو ٹھکرا نہ دیا ہو، حبس وقید، جلاوطنی، حتیٰ کہ قتل کی کوئی تدبیر اٹھا کر نہیں رکھی گئی جس کو پورا نہ کیا گیا ہو مگر آپ دشمنوں کے جھرمٹ میں اسی طرح خدا کے دین کے بے خوف وہراس منادی کو چوں میں، بازاروں میں، ایامِ حج میں کوئی جگہ نہ چھوڑی جہاں پہنچ کر اعلانِ حق نہ کر دیا ہو، تنہائی میں بھی اور محفلوں میں بھی عوام میں بھی اور خواص میں بھی، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے اپنے دین کو قبول کرنے کے لیئے کسی کو قتل کی دھمکی دی ہو یا کسی قسم کا طمع ولالچ دیا ہو۔

تیرہ سال اسی طرح گذار دیئے، نہ سازوسامان اور نہ کوئی یار ومددگار، مگر دل میں کسی کا خوف نہ چہرہ پر کچھ ہراس، جب اقتدار ملا تو دشمنوں سے درگذرا اور انہیں انسانوں کے لئے عفو کا اعلان، کسی پر ذرا ظلم وتعدی ہو کیا مجال، تمام عمر کانٹے پر تلی ہوئی۔ امن ہو یا خوف، فراغت ہو یا تنگی، شکست ہو یا فتح اپنے متبعین کی قلت ہو یا کثرت ہر حال میں وہ استقامت کہ قدم ایک انچ بھی ادھر سے ادھر نہ ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جب دنیا میں تشریف لائے تو فضائے عالم تاریک، نہ دنیا سے باخبر نہ ہدایت سے آشنا، بت پرستی سے خدا کی زمین ناپاک، خونریزی اور قتل وغارت سے نالاں نہ مبدا کی خبر نہ معاد کا علم اور جب آپ تشریف لیگئے تو وہی سب سے بڑھکر عالم سب سے زیادہ مہذب، سب میں ممتاز دیندار، انصاف وامن کے قائم کرنے والے اور دنیا کی نظروں میں ایسے سربلند کہ اگر ان پر بادشاہوں کی نظر پڑتی تو وہ مرعوب ہو جاتے اور اگر اہل کتاب ان کو دیکھتے تو بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری بھی بھلا ان سے کیا افضل ہوں گے؟ اس اقتدار وقبول

کے ساتھ جب آپ نے دنیا کو چھوڑا تو ترکہ میں نہ درہم نہ دینار نہ کوئی ملک و خزانہ صرف
خچر اور زرہ مبارک کہ وہ بھی ایک یہودی کے ہاتھ صاع جو کے عوض میں مرہون۔

معزز سامعین! جب آپ کے خلفاء پر نظر کیجئے تو ان میں خلیفۂ اول حضرت
ابو بکرؓ وہ جو سب میں مشہور عاقل، اخلاق میں برتر، قوم میں محبوب، بستی کے بزرگ
جس دن سے آپ کا دامن پکڑا پھر آخر دم تک کسی خطرناک سے خطرناک جگہ نہ چھوڑا اور ہر موقعہ پر اپنی
جان قربان کی، اپنا سارا مال آپﷺ کی حمایت میں لٹا دیا اور جب آپ کے بعد خلیفہ ہوئے
تو شروع میں مزدوری کر کے اپنا اور گھر والوں کا پیٹ پالتے آخر جب بمجبوری وظیفہ قبول
کیا تو وہ بھی صرف آتنا کہ بمشکل گذران کے لئے کافی ہو، اور جب دنیا سے رخصت ہوئے
تو بیت المال کے یہ محدود مصارف بھی بے باق کر گئے

حضرت عمرؓ کا کہنا ہی کیا، روم و فارس کی سلطنتیں فتح کیں، بیت المال سے
ادھار لیکر کھایا، آخر جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو بیت المال کا حبہ حبہ
ادا کر گئے اور اس کے لئے ایک گھر جو اپنی ملکیت تھا۔ اس کی فروختگی کی وصیت
فرما گئے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی بات ہی کیا خود غنی نگران کا سارا مال ہمیشہ مسلمانوں کے لئے
بے حساب لٹتا رہا۔ پورے اقتدار کے ساتھ مسلمانوں کے خون کا ایک قطرہ بہنا گوارا نہ فرمایا
آخر اپنی جان قربان کر دی۔

حضرت علیؓ اور صاحبزادگانِ اطہار کا کیا پوچھنا، کس مظلومیت میں دین پر جانیں
دیں اور حق کی خاطر سچی قربانی کی جو مثالیں قائم کیں وہ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے اپنی
یادگار رہ گئیں۔

حضرات! اُمت پر نظر کیجئے تو وہ اُمت جسکی دیانتداری اور بے لوثی اور بے طمعی
بھی مدتوں تک ضرب المثل۔ اپنے مذہب کے اتنے بڑے نگراں اور اپنی سماوی کتاب

کے بلکہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حرف حرف کے بھی ایسے محافظ جس پر جہاں ششدر رہ نہ ان سے قبل اس کی کوئی مثال مل سکتی ہے نہ ان کے بعد ممکن ہے، حکمرانی میں اتنے ممتاز کہ صدیوں تک اطرافِ عالم پر حکمران، رعایا میں یگانہ و بیگانہ، سب یکساں مداح اور اپنی پستی میں بھی اتنے بھاری کہ ان سے خائف قوموں نے جتنا ان کو مٹایا، اتنے ہی وہ ابھرے، الغرض اس دورِ پستی میں بھی ان کی وہ دھاک کہ عالمِ کفر کو اگر کچھ خطرہ ہے تو صرف ان سے ہے، گویا کوئی طریقۂ عدل و انصاف کا نہیں ہے کہ جب کسی قوم پر نظر ڈالی جائے تو صرف اس کے انحطاط ہی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے، دیکھنا یہ ہے کہ اس دورِ عروج کی تاریخ دیگر اقوام کے بالمقابل کیا تھی؟

اب آپ حضرات اس رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اجمالی صفات اور ان کی آمد سے یہ عظیم انقلابات سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ نبوت کیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کیا ہوتے ہیں اور ان سب میں افضل الرسول اور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقامِ رفیع کیا ہے؟

اللّٰھم صلِّ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

(ماخوذ ماہنامہ "الرشید" ساہیوال

اگست ۱۹۷۴ء)

اکابرِ عصر کے تأثرات

رئیس المحدثین قطب العارفین حضرت مولانا سید بدرِ عالم رحؒ کی وفات حسرت آیات پر آپ کے ہم عصر علماء اور مشاہیرِ امت نے آپ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا تھا جن میں سے صرف چند اکابر علماء کے مختصر تاثرات یہاں پیش کئے جاتے ہیں تاکہ آپ کی شخصی عظمت اور علمی و عملی مقام کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکے۔

(۱) مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحؒ دیوبندی

"میرے رفیقِ قدیم حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھیؒ، پچھلے دنوں مدینہ منورہ میں رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ انہیں اپنی مخصوص رحمتوں سے نوازے۔ بڑے خوش نصیب تھے کہ جنت البقیع کی خاکِ مقدس نصیب ہوئی۔ میرا اور ان کا تعلق تقریباً نصف صدی تک قائم رہا ہے۔

۱۳۲۶ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سے فارغ ہو کر دار العلوم دیوبند تشریف لائے تھے اور حضرت الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مکرر دورۂ حدیث پڑھا تھا۔ پھر ۱۳۲۷ھ میں دار العلوم دیوبند ہی میں درس و تدریس پر مامور ہوئے۔ اسی سال حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور احقر کو دار العلوم دیوبند میں خدمتِ تدریس پر مقرر کیا گیا۔ ہم تینوں اس وقت کے نو عمر بچے تھے جن کو اکابر اساتذہ کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تدریس کی خدمت انجام دینے کا موقع ملا۔

اس وقت دار العلوم دیوبند، ائمۂ فن، علماء اولیاء اور اتقیاء کا ایک بے مثال گہوارہ تھا کسی شخص پر ان حضرات کی توجہ اور نظرِ عنایت ہو جانا بلاشبہ حق تعالیٰ کی

رحمت کا ایک مظہر ہوتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس کے فضل سے ان سب بزرگوں کی نظر انتخاب نے ہم نوعمروں کو ان اکابر کی خدمت سے استفادہ کے مواقع فراہم کئے۔ اکابر دار العلوم دیوبند کی خاص نظر عنایت نے ہم تینوں کو ایسا مخلص رفیق بنا دیا تھا کہ نہ کبھی کوئی معاصرانہ چشمک درمیان میں آئی نہ کوئی شکوہ شکایت۔

سنہ ۱۳۴۶ھ کے ایک خاص واقعے میں حضرت استاذ محترم مولانا انور شاہ صاحبؒ مع دیگر اکابر و اصاغر کے، ڈابھیل تشریف لے گئے تو مولانا سید بدر عالمؒ بھی ساتھ ہی تشریف لے گئے۔ دیوبند میں اب ہم تینوں میں سے احقر اور مولانا محمد ادریس صاحبؒ رہ گئے اور دیوبند میں ہماری رفاقت بناء پاکستان کے وقت تک مسلسل رہی۔

پاکستان بننے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے ہم تینوں کو پاکستان میں جمع کر دیا اور مجھے یہ بات ہمیشہ یاد رہتی ہے کہ میرے پاکستان میں مستقل قیام کا سبب مولانا سید بدر عالم صاحب تھے کیونکہ احقر شروع میں جب پاکستان آیا تو ہجرت کی نیت سے نہیں بلکہ ایک کام "دستورِ اسلامی کے سلسلے میں انجام دینے کے لئے آیا تھا اس لئے والدہ محترمہ اور اکثر عیال اس وقت تک دیوبند ہی میں تھے۔ رمضان سنہ ۱۳۶۸ھ میں ہمارا وہ کام پورا ہو گیا تو میرا ارادہ واپس ہندوستان جانے کا تھا۔ ماہِ رمضان گرمی کے زمانے میں تھا۔ مولانا بدر عالم صاحبؒ کئی مرتبہ گورا قبرستان (کراچی) سے میری رہائش گاہ (وکٹوریہ روڈ) پر پیدل چل کر اس لئے تشریف لائے کہ مجھے پاکستان میں مستقل قیام کے لئے تاکید کریں۔ کیونکہ ان کی نظر میں اس وقت میرا قیام پاکستان کے لئے ضروری تھا۔

ان کی ایک مخلصانہ ہمدردانہ فہمائش ہی کی بنا پر احقر نے ہندوستان سے ہجرت اور پاکستان میں مستقل قیام کا عزم کر لیا۔

غرض یہ کہ وہ ایک بڑے عالم، محدث اور محقق تھے بہت سی کتابیں انہوں نے اہل علم کے لئے یادگار چھوڑیں جن میں "فیض الباری" "ترجمان السنہ" اور جواہر الحکم" خاص علمی شاہکار ہیں۔ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ حق تعالیٰ ان کی دینی، علمی اور تبلیغی

واصلاحی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے اور ان کے متعلقین کو صبرِ جمیل کی توفیق عنایت فرمائے"
(ماہنامہ البلاغ کراچی)

(۲) حکیم الاسلام حضرت مولینا قاری محمد طیب قاسمی رح

حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سن کر دل کو ازحد رنج و قلق ہوا۔ وہ دار العلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے اور حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ہمارے خاص معاصرین میں سے تھے۔ ہمارا اور ان کا بہت قریبی تعلق تھا۔ فراغتِ تحصیل کے بعد دار العلوم دیوبند کے مدرس مقرر ہوئے۔ فنِ حدیث میں خاص دلچسپی اور لگاؤ تھا۔ فارغ التحصیل ہو جانے کے بعد بھی کئی بار حضرت الاستاد مولانا محمد انور شاہ صاحب رح کے یہاں ترمذی اور بخاری کی تلاوت فرمائی، آپ حضرت شاہ صاحب رح کے علوم کے خاص ترجمان تھے، فیض الباری شرح بخاری آپ کی تالیفات کا عظیم شاہکار ہے۔

حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی قدس سرہ کے خلیفۂ مجاز۔ حضرت مولانا قاری محمد اسحاق میرٹھی رح سے بیعت اور ان کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کا سلسلہ ارشاد و ہدایت للحمد للہ بہت وسیع تھا۔

تقسیمِ ملک کے بعد پاکستانی قومیت اختیار کی اور ٹنڈو الہ یار کے دار العلوم میں ناظمِ اعلیٰ اور استادِ حدیث کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے پھر پاکستان سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور آپ کا سلسلہ بیعت و ارشاد افریقہ میں بہت پھیلا ہے۔ زمانۂ حج میں جو قافلے ایسٹ یا ساؤتھ افریقہ سے آتے وہ اکثر و بیشتر آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر واپس ہوتے۔ آپ کی تصنیف و تالیف میں "ترجمان السنہ" "جواہر الحکم"، علم حدیث میں شاہکار تصانیف ہیں۔ ان میں اکابر دار العلوم دیوبند اور بالخصوص علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کو جمع کر کے خود اپنے علم اور علمی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ حق تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کے درجے بلند فرمائے۔ آمین۔ (تاریخ دار العلوم دیوبند) [illegible]

(۳) استاد العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رح

حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سے بڑا دکھ ہوا۔ وہ ہمارے نہایت مہربان شفیق دوست تھے۔ اپنے زمانے کے جید عالم دین عظیم محدث، فقیہ اور عارف تھے دار العلوم دیوبند کے مایۂ ناز فضلاء میں سے تھے اور امام المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ کے علوم و معارف کے امین اور ترجمان تھے۔ متانت و وقار کا پہاڑ اور صبر و تحمل و بردباری کا پیکر تھے۔ نہایت نفیس الطبع اور لطیف الروح تھے۔ علم و تقویٰ کا مجسمہ اور تواضع و انکساری میں بے نظیر تھے۔ زندگی بھر علمِ حدیث کی خدمت میں مصروف رہے۔ علم و حکمت آپ کا زیور اور حیاء و شرافت آپ کا لباس رہا۔ آپ کی حیاتِ مستعار، تدریس و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت میں بسر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے۔ اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ۔

(روزنامہ امروز ملتان)

(۴) محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رح

آہ! حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رح ۵ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء یوم جمعہ کو مدینہ طیبہ میں واصل بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
مولانا بدر عالم صاحب رح ان ممتاز علماء میں سے تھے جن کی بدولت علم و دین کی ساکھ قائم ہے جن سے مدرسے آباد ہیں۔ منبر بارونق ہیں۔ آپ قابل ترین مدرس، فاضل مقرر، کامیاب و مقبول مصنف تھے اردو عربی کے ادیب و شاعر تھے، موثر اسلوب، شگفتہ طرز ادا کے مالک تھے۔ اپنے وقت کے جید عالم دین اور شیخ کامل تھے۔ حیاتِ طیبہ کے آخری لمحات و انفاس میں سید الانبیاء، رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوارِ مقدس میں قیام کی تمنا

پوری ہوگئی۔

چنانچہ ہندوستان و پاکستان کو اپنے فیضِ علمی و روحانی سے سیراب کرنے کے بعد ۱۳۷۲ھ میں مدینہ طیبہ، ہجرت کی۔ خاکِ پاکِ مدینہ نے اور حبیبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جوارِ مقدس نے طبیعت میں خاص استقامت کی سعادت بخشی اور چار سالہ طویل علالت کے زمانے میں صبر و شکر کے وہ قابلِ رشک مظاہر و آثار ظہور میں آئے کہ عقل حیران ہے۔

عرصہ سے مدینہ منورہ زادھا اللہ نوراً کی سکونت کی آرزو دل میں موجزن تھی اور نہایت ہی والہانہ انداز میں مدینہ کی ہجرت کا سودا دماغ میں سمایا ہوا تھا۔ چنانچہ البدر الساری تعلیقات فیض الباری میں انتہائی والہانہ اور رقت انگیز انداز میں اس آرزو کا اظہار کیا جو رب العرش العظیم کی بارگاہ سے شرفِ قبولیت کے ساتھ سرفرازی ہوئی اور نالہ ہائے سحری رنگ لائے اور جوارِ حبیبِ رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا نے تصور سے بالاتر طریقے پر واقعہ کی صورت اختیار کرلی۔

عبادت و استقامت، ادب و سکون، ذکر و فکر کے ساتھ مسجد نبوی کی حاضری نصیب ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ علالت نے صاحبِ فراش بنا دیا۔ پورے چار سال صاحب فراش رہے۔ اسی دور میں صبر و شکر و رضا بالقضاء کے جو منازل طے کئے اور جو نعمتیں ان کو نصیب ہوئیں۔ قابل صد رشک ہیں ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ٭ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ماہ رجب الحرام کے مقدس مہینے اور جمعہ کے مبارک دن میں حبیبِ رب العلمین کے جوار میں، جنت البقیع کی مقدس خاک میں، جس کا ایک ایک ذرہ آفتابِ عالمتاب سے زیادہ بانور ہے، اس خادمِ علم دین اس باغیرت و باحمیت شخصیت نے اپنی جان کو جانِ آفرین کے سپرد کیا۔

الغرض ذوق و وجدان، بصیرت و عرفان، علم و عمل، ورع و تقویٰ کا یہ پیکرِ نوری

تقریر و تحریر کے کمال کا حامل، اور ظرافت و شگفتگی کا مظہر اپنی باوقار شخصیت کے ساتھ اپنے احباب واقربا و مخلصین سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خادم علم و دین کو اپنی بیکراں رحمت سے نوازے اور جنت الفردوس میں رضوانِ الٰہی سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

(ماہنامہ بینات کراچی)

(۵) خطیب الامت حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ

"حضرت مولانا سید بدر عالم صاحبؒ کی وفات حسرت آیات، ہم سب کے لئے ایک حادثہ عظیم اور فاجعہ الیم ہے۔ آج بلا مبالغہ آپ کے ہزاروں شاگرد برصغیر ہند و پاک کے علاوہ پورے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں جو آپ کی روحانی اولاد ہیں اور ہزاروں معتقدین، منسلکین اور محبّین جن کے لئے حضرت مولانا مرحوم کا وجود باوجود اور ان کی زیارت وملاقات دل کی دنیا کے لئے روشنی، طمانیت اور بہار کا سامان تھا وہ سب آج سوگوار ہیں۔

قیام پاکستان سے قبل انہوں نے دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں اپنے فیض علمی سے ہزاروں کو سیراب وشاداب کیا۔ اس کے بعد آپ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے اور ۔۔۔۔ دارالعلوم ٹنڈو الہ یار میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیں۔

پھر ۱۹۵۲ء میں مدینہ منورہ ہجرت کی اور وہاں آخر وقت تک تبلیغ دین کا حق ادا فرماتے رہے۔ سینکڑوں افراد کو شرف بہ اسلام کیا اور ہزاروں کی اصلاح فرمائی۔ آپ نے اس کے علاوہ علم حدیث اور دوسرے اسلامی موضوعات پر متعدد کتابیں تحریر فرمائیں جو علم و ہدایت کا ایک خزانہ شمار ہوتی ہیں۔

مولانا مرحوم کی وفات سے علمی و دینی حلقوں میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا، وہ عرب و عجم کے شیخ کامل اور ایک عظیم محدّث و مدبر تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو درجات عالیہ نصیب فرمائے اور ان کے پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

(روزنامہ جنگ کراچی)

حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحبؒ

مولانا سید بدر عالم صاحبؒ کی رحلت سے سخت صدمہ ہوا وہ میرے دورہ کے سال ۱۳۲۸ھ میں ترمذی شریف کے درس میں شریک ہوتے تھے اور مظاہر العلوم سے فارغ ہو کر اس مقصد سے دیوبند آئے تھے۔

مدینہ طیبہ میں میری ان سے تین بار ملاقات ہوئی آخری دفعہ ۱۳۸۴ھ میں میں نے ان کے گھر پر ملاقات کی اس وقت وہ مریض تھے۔ گھنٹوں بٹھائے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ اپنی بعض تالیفات بھی ہدیہ کیں۔

بڑے قابلِ قدر بزرگ تھے امام العصر حضرت علامہ کشمیریؒ کے معتمد ترین تلامذہ میں سے تھے اور بہت بڑے عالم، محدث، فقیہہ اور عارفِ کامل تھے۔ اپنے علمی و عملی کمالات کے اعتبار سے سلف کی یادگار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں مقامِ عالیہ نصیب فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا سید آفتاب احمد صاحب مدنی کو جو ان کے قابلِ فخر صاحبزادہ ہیں اور "الولد سر لابیہ" کا صحیح مصداق ہیں حضرت مولانا مرحوم کی علمی یادگاروں کو قائم رکھنے کی ہمت و توفیق حق تعالیٰ عطا فرمائے اور حضرتِ مرحوم کے مقدس مشن کو جاری و ساری رکھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔" آمین ثم آمین۔ (مکتوب بحوالہ مشاہیرِ دیوبند)

منظوم خراجِ عقیدت

از: ایم۔ اے۔ بخاری

عالمِ دینِ خدا بدرِ عالم میرٹھی
تاجدارِ اولیاء بدرِ عالم میرٹھی

منبعِ جود و سخا بدرِ عالم میرٹھی
بحرِ فیضان وعطا بدرِ عالم میرٹھی

آپ کا ہر کام تھا سنتِ محمد مصطفےٰ ﷺ
شرحِ قرآن ہدیٰ بدرِ عالم میرٹھی

ظاہر و باطن میں یکساں تھا صداقت کا جمال
جلوۂ صدق وصفا بدرِ عالم میرٹھی

جان و دل سے جان نثار سیدِ کونین ﷺ تھا
عاشقِ خیر الوریٰ ﷺ بدرِ عالم میرٹھی

زہد و تقویٰ میں کٹی جبکی مثالی زندگی
وہ نیک مخلص پیشوا بدرِ عالم میرٹھی

شیخِ عالم قطبِ دوراں جانشینِ تھانوی
آفتابِ علم و تقویٰ بدرِ عالم میرٹھی

حضرتِ شبیرؒ و انور شاہؒ کا علمی ترجمان
اہلِ حق کا ہم نوا بدرِ عالم میرٹھی

عارفِ کامل تھا وہ خُلق کا آئینہ دار
پیکرِ صبر و رضا بدرِ عالم میرٹھی

قطعۂ تاریخ

از: جناب ناصر علی وجدی صاحب

باغِ جہان سے ہوئے خلد بریں گئے وہ
خلقِ خدا کے حق میں تھے رحمت خدا جو

تاریخِ رحلت ان کی پوچھے جو کوئی تم سے
وجدی تم ارتحالِ قدسی صفات کہدو

۱۳۸۵ھ

ختم شد

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری کی تصانیف

مشاہیر علماء کی نظر میں

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ

صدر مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

عزیزم حافظ محمد اکبر شاہ بخاری سلمہ کی تصانیف میں سے "تذکرہ اکابر علماء دیوبند" "سیرت عثمانی" "مفتی اعظم پاکستان" "تذکرہ خطیب الامت" "ذکر خیر" "یاد شریف" "سیرت خلیل" وغیرہ کا مطالعہ کیا ماشاء اللہ عزیز موصوف نے اکابر دیوبند سے عقیدت و تعلق کا پورا پورا حق ادا کیا ہے یہ سب کتابیں نہایت دلچسپ عام فہم جامع اور معلومات افزا ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزیز سلمہ کو ان کے صلہ میں آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب مدظلہ

مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

"آپ کی تصانیف کو دیکھ کر دلی مسرت ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء اکابر سے متعلق آپ کی تصانیف کو نہایت ہی جامع اور دلچسپ پایا۔ آپ نے بڑی محنت و جانفشانی سے ان تمام کتابوں کو مرتب کیا ہے ہم ان کی تہہ دل سے قدر کرتے ہیں حق تعالیٰ آپ کو حسن خاتمہ کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین"

رئیس العلماء حضرت مولانا محمد متین الخطیب صاحب مرحوم

ناظم دار العلوم نانک واڑہ کراچی

آپ کی تالیفات "مفتی اعظم پاکستان" "سیرت عثمانی" اکابر علماء دیوبند" "یاد" "ذکر خیر"

وغیرہ نظر سے گزری ہیں دل باغ باغ ہوگیا ماشاء اللہ آپ کا طریقہ تالیف نہایت خوبصورت ہے۔ ماشاء اللہ سمندر کو کوزہ میں سمیٹ لینے کی بخوبی صلاحیت آپ رکھتے ہیں بڑی ضرورت تھی کہ اکابر علماء دیوبند کی بڑی بڑی سوانح عمریوں کو مختصر کیا جائے اور یکجا کیا جائے یہ سعادت آپ کو حاصل ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام آپ سے بہتر انجام دینے والا اس وقت پاکستان میں موجود نہیں ہے اس پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں"۔

محقق اسلام حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری مرحوم

صدر تنظیم اہلسنت والجماعت پاکستان

آپ کی تالیف اکابر علماء دیوبند نظر سے گزری آپ کی یہ محنت وجانفشانی بڑی قابل قدر ہے اس زمانہ میں ایسی بلند پایہ تالیف مرتب فرما کر آپ نے چھپوالی ہے یہ آپ کی کرامت ہے ورنہ ایسی عظیم تالیف کا مدتوں سے انتظار تھا اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت آپ کے مقدر میں رکھی تھی اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ

جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان

آپ نے "اکابر علماء دیوبند" "سیرت عثمانی" "تذکرہ خطیب الامت" جیسی عظیم تالیفات مرتب کر کے بڑی مفید خدمت انجام دی ہے جن کی علمی وادبی حلقوں میں یقیناً قدر دانی کی جائے گی آپ نے ان کتابوں میں اپنے اکابر کا تذکرہ اختصار مگر جامعیت اور خوش اسلوبی کے ساتھ جمع فرمایا ہے حق تعالیٰ اسے ذریعۂ نجات بنائے آمین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

آپ کی قابل قدر تالیفات "اکابر علماء دیوبند" مفتی اعظم پاکستان "ذکر طیب" سیرت عثمانی وغیرہ کو دیکھ کر دلی مسرت ہوئی یقیناً یہ تالیفات دیوبندی مکتب فکر کے افراد کے لئے انمول تحفہ ہیں اور اکابر دیوبند کے متعلق نہایت جامع تاریخیں ہیں حق تعالیٰ شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

فقیہہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ
صدر دارالافتاء والارشاد کراچی

"آپ کی کتاب" اکابر علماء دیوبند" کو پڑھ کر دل کو اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اِنَّ ذِکْرَہٗ ھُوَالْمِسْکُ مَاکَرَّرْتَہٗ یَتَضَوَّعُ کا مزہ آگیا اور ہجوم مشاغل کے باوجود بالکل خلافِ معمول پہلی ہی نشست میں کتاب کا کافی حصہ دیکھنے کے بعد دوسرے مشاغل کا ہوش آیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء"

عارف باللہ حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی مدظلہ
صدر مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان

آپ کی قابل قدر تالیفات نظر سے گزریں جو نہایت دلچسپ جامع اور مفید ہیں ہر کتاب کا ہر ہر لفظ غذائے روح اور سرمایۂ نجات ہے۔ حق تعالیٰ آپ کو سلامت با کرامت رکھے۔ آمین۔

فخرِ اسلاف حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ

مدیر ماہنامہ بینات کراچی

"جناب مولانا حافظ میر اکبر شاہ بخاری صاحب کا کام علمی حلقوں کے لئے غیر معروف نہیں ہے اکابر سے متعلق ان کے بہت سے مضامین رسائل و مجلات میں شائع ہو چکے ہیں کئی کتابیں ان کے قلم سے منظر عام پر آچکی ہیں"۔ اکابرِ علماءِ دیوبند" کتاب میں مولانا موصوف نے ۸۶ مشاہیرِ علماءِ دیوبند کے حالات اور ان کے علمی و عملی کمالات و خدمات کو بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے اور آپ کی یہ کوشش لائقِ تحسین و ستائش ہے حق تعالیٰ شانہ، فاضل مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائیں آمین"

اکابرینِ دیوبند کے متعلق حافظ محمد اکبر شاہ بخاری کی

چند اہم تاریخی تالیفات

اکابر علماءِ دیوبند	برصغیر کے ۶۸ ممتاز اکابر علماء کا جامع تذکرہ
مفتیٔ اعظم پاکستان	حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا دلچسپ تذکرہ
سیرتِ عثمانیؒ	شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی سوانحِ حیات
تذکرہ خطیب الامت	حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کا جامع تذکرہ
ذکرِ طیبؒ	حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیب قاسمیؒ کا تذکرہ
سیرتِ بدرِ عالمؒ	حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ کی سوانح حیات
سیرتِ خلیلؒ	حضرت مولانا مفتی محمد خلیلؒ صاحب کا ذکرِ خیر
ذکرِ متین	حضرت مولانا محمد متین خطیب کا جامع تذکرہ
ذکرِ خیر و یادِ شریفؒ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور مولانا محمد شریف صاحبؒ کا تذکرہ
ملفوظاتِ عثمانیؒ	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ارشادات کا مجموعہ
خطباتِ تھانویؒ	مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی چند معرکۃ الآرا تقاریر
تحریکِ پاکستان اور علماءِ دیوبند	اس موضوع پر نہایت معلومات افزا اور تاریخی حقائق

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی دامت برکاتہم کی چند معرکۃ الآرا تالیفات

بصائر حکیم الامت

اس کتاب میں موصوف نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح کی تعلیمات پر مبنی حقیقت تصوف و سلوک اور اس کے متعلق ازالہ اوہام و شکوک کی نہایت تفصیل کے ساتھ قابل قدر وضاحت فرمائی ہے۔ مسائل طریقت کا کوئی گوشہ ایسا نہیں بچا جس پر سیر حاصل بحث نہ کی گئی ہو۔ تمام روحانی معارف و حقائق اور ان کے نازک و دقیق نکات کی بڑے دلنشین انداز میں عقدہ کشائی کی گئی ہے۔ الغرض یہ کتاب تہذیب اخلاق و تزکیہ نفس اور حصول تعلق مع اللہ کا ایک بے نظیر خزینہ اور آئینہ ہے۔ خاص طور پر سالکان راہ طریقت کے لئے تو یہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

مآثر حکیم الامت

یہ تذکرہ ہے حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح کے مزاج، شان تربیت اور انداز زندگانی کا اور ان کے ملفوظات کا جس کی نظیر کتب تصوف میں بہت ہی کم ملے گی یہ ایک ایسی تالیف ہے جس کے مطالعے سے دین کا راستہ آسان اور دلکش نظر آنے لگتا ہے اور جسکو پڑھ کر نیکی کی امنگ طاعات کا شوق اور اتباع سنت کا ولولہ پیدا ہوتا ہے اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

معارف حکیم الامت

تالیف: عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب دامت برکاتہم

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز کی مصلحانہ مجددانہ تصنیفات و تالیفات (جو دور حاضر کے ایمانی و اصلاحی تقاضوں کے اعتبار سے نہایت نافع و بصیرت افروز ہیں) کے خاص اور اہم منتخب مضامین کا مختصر گلدستہ انشاء اللہ طالبان حق و تشنگان معرفت کے لئے بصیرت افروز اور تشفی بخش ہوگا۔

قیمت مجلد ۸۸/۰۰ روپیہ

ناشر: ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی۔ ادب منزل پاکستان چوک کراچی

استاذ الحدیث، قطب العارفین حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب

مہاجر مدنی رح کی شہرۂ آفاق اور مقبول ترین تالیف

ترجمان السنہ

چار جلدوں پر مشتمل

ایک قابلِ قدر، عظیم علمی کارنامہ۔ اردو زبان میں ارشاداتِ نبوی ص کا جامع اور مستند ذخیرہ۔ ضروری تشریحات و اہم مباحث کے ساتھ۔ بین الاقوامی اور اجتماعی مسائل میں دینِ کامل کی ہدایات، فرموداتِ نبوی ص کی روشنی میں نئے تقاضوں اور الجھنوں کا حل۔ قدیم معلومات جدید قالب میں ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ قیمت

جواہر الحکم

(حصہ اوّل، دوم و سوم)

تالیف:
استاذ الحدیث قطب العارفین حضرت مولانا سید محمد بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رح

موجودہ دور کے اجتماعی مسائل اور قانونِ شریعت کے نفاذ میں درپیش مشکلات کا حل، احادیثِ نبوی ص کی روشنی میں

عالم اسلامی کا عام انتشار و افتراقِ ملت کو دیکھ کر ایک زخم خوردہ دردمند دل کے وہ اشکہائے غم اور جواہر الحکم جو مسلمانوں کے جذبۂ محبت و اخوت کو بیدار کر کے اتحادِ امت کا باعث ہو سکتے ہیں۔ قیمت

ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک کراچی

ہماری چند جدید مطبوعات

تفسیر بیان القرآن کامل ۲ جلد ۳۰۰/-
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح

فتح المعین کامل ۳ جلد ۵۰۰/-
کنز کی شرح ملا مسکین کی بے نظیر شرح

تفسیر عثمانی مجلد ۱۰۰/-
علامہ شبیر احمد عثمانی رح

شرح نقایہ کامل ۲ جلد ۳۰/-
تلخیص مختصر الوقایہ کی لاجواب شرح

تفسیر موضح القرآن (زیر طبع)
حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رح

مجموعہ فتاوی عبدالحئی کامل ۳ جلد ۱۲/-
حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی لکھنوی رح

احسن الفتاوی جلد چہارم ۴۲/-
مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ

فتاوی شامی (بطرز نو) کامل ۸ جلد
(جدید مصری ایڈیشن)

عملیات کشمیری ۱۲/-
علامہ محمد انور شاہ کشمیری رح

ہدایہ اولین و آخرین ۳۲/-
محشیہ مولانا محمد ... سنبھلی رح

مکتوبات صدی اول و دوم ۱۴/-
حضرت شیخ شرف الدین یحیی منیری رح

جواہر الحکم کامل ۳ جلد ۳۶/-
حضرت مولانا بدر عالم مدنی رح

درّ لاثانی (اردو) ۳۲/-
تلخیص مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رح

مشکوٰۃ حقانیہ ۶۴/-
مشہور سوانح حضرت حاجی وارث علی شاہ رح

معارف حکیم الامت رح ۸۸/-
مؤلفہ عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحئی مدظلہ

میزان شعرانی (اردو) کامل
(عبدالوہاب بن احمد امام شعرانی رح)

درس بخاری (اردو) ۶۴/-
علامہ شبیر احمد عثمانی رح

التلخیصات العشر
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح

ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک ک...